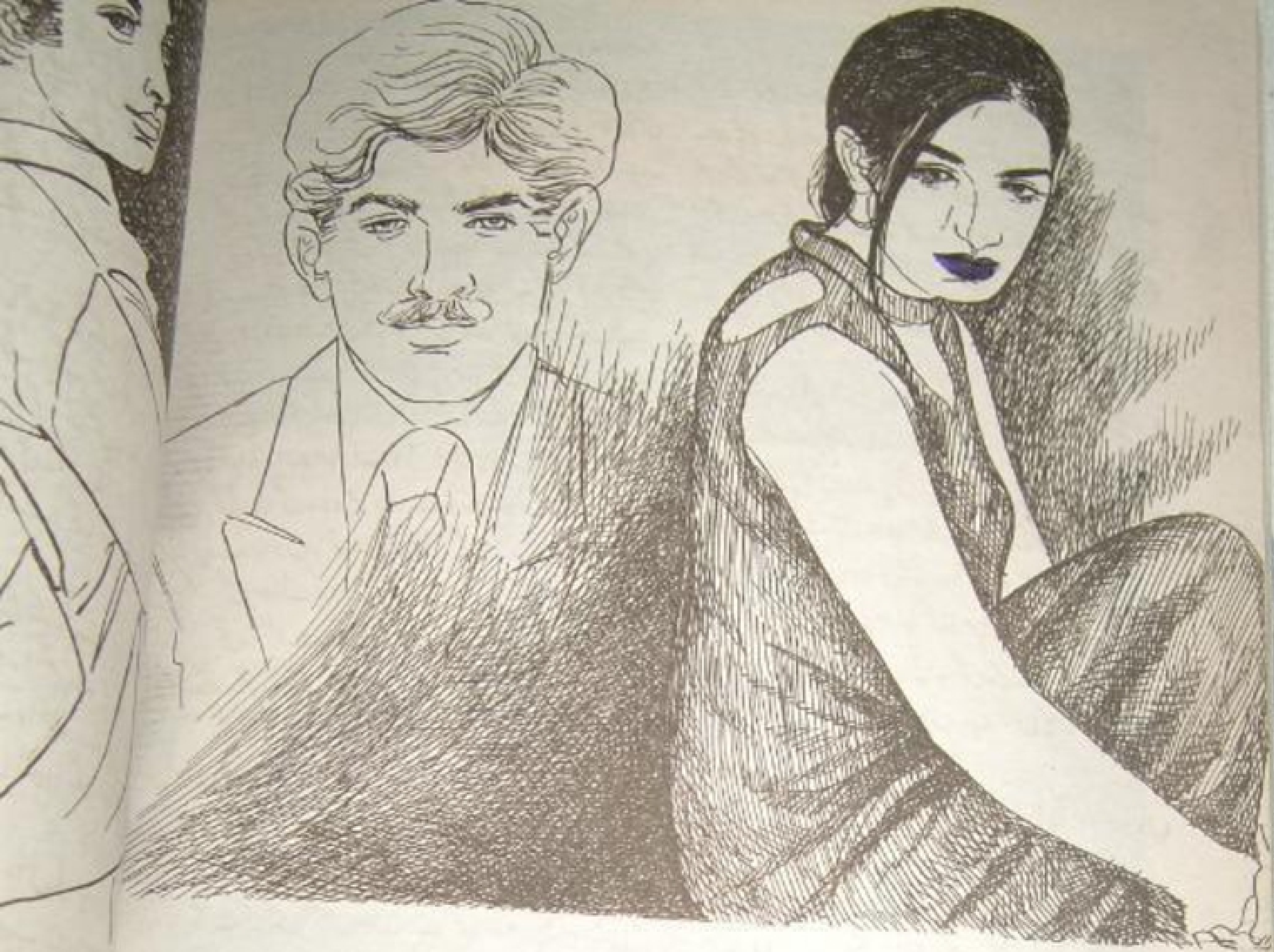


مکمل ناول

خوشبو بن کر آؤنا

عالیہ حرا

''اٹھو!...... چلو اب...... کالج کو دیر ہو رہی ہے۔ پیریڈ شروع ہونے میں بیس منٹ ہیں۔'' زارا نے بیگ اٹھاتے ہوئے زچ ہوتی ہوئی اسما کو دیکھا، جو بڑے غور سے اس کے چمکتے ہوئے چہرے کو دیکھ رہی تھی۔

''چلو......!'' فائلیں سینے سے لگا کر باہر نکلی۔ اسما نے اس کا نظریں چرانا محسوس کر لیا ''امی، میں جا رہی ہوں۔''

''جاؤ، خدا حافظ! اللہ کے حوالے۔''

''اللہ کے حوالے۔'' اسما کے قدم رکے ''آنٹی، میں بھی......'' شرارت سے مسکرا کر زارا کی امی کی طرف دیکھا۔

''ہاں، تم بھی میری بیٹی ہو'' مسکرا کر اسے دیکھا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

''اب آؤ، کہاں رک گئی ہو؟'' زارا دروازے پر کھڑی تھی۔ اس نے قدم بڑھا دیے۔

''کیا بات ہے، آج تمہارا کالج جانے کا موڈ نہیں ہے کیا؟'' اس کے برابر چلتے ہوئے اسما نے اسے دیکھا۔

''کیوں......؟'' وہ سر جھکا کر مسکرا رہی تھی، اس کے کانوں میں ٹاپس چمک رہے تھے۔ اس کے کھلے بالوں میں کلپ لگا ہوا تھا۔

کھلے بال...... اسما چونک گئی۔ تبھی پیروں کی طرف نگاہ گئی۔ اس نے نازک سی وائٹ سینڈل پہنی ہوئی تھی۔

''یہ تم کالج ہی جا رہی ہو نا؟'' اسما نے مشکوک سے انداز میں اسے دیکھا۔

''نہیں'' اس کے برابر میں چلتے ہوئے زارا نے بڑے آرام سے کہا۔

''ہیں......!'' اسما ہکا بکا رہ گئی۔ زارا کے چہرے پر چمکتی مسکراہٹ تھی۔

''پھر کہاں جا رہی ہو؟''

''بتا دوں گی، مگر کسی کو بتانا نہیں'' اس کی جانب جھکی۔ اس کا چہرہ صاف صاف چغلی کھا رہا تھا، کئی جذبے [illegible] تھے۔

اب وہ دونوں تین چار گلیاں کراس کر کے کالج جانے والی روڈ پر تھیں۔ اسما ایک دم سے چپ سی ہو گئی۔

زارا کی چال میں عجیب سا بانکپن تھا۔ اسما کو اس کا انداز آج اچھا نہیں لگ رہا تھا لیکن چپ تھی۔ آج سے پہلے کبھی اس انداز و لہجے میں بات ہی نہیں کی تھی۔ وہ دونوں پڑوسنیں تھیں۔ بچپن کی سنگی ساتھی، ان کا بچپن ساتھ گزرا تھا۔ ابھی پچھلے سال کالج میں آئی تھیں۔ اب سیکنڈ ائر میں تھیں۔ اسما ذرا سنجیدہ قسم کی لڑکی تھی، اس کے مقابلے میں زارا شوخ و چنچل سی تھی۔ اس کے خواب بڑے اعلیٰ قسم کے تھے۔ وہ محبت کے اپالو کو مجسم دیکھنے کی خواہش مند تھی۔

وہ دونوں ایک ساتھ کالج میں داخل ہوئی تھیں۔ ان کا پہلا پیریڈ صرف الگ الگ ہوتا تھا۔ اسما کو اسلامک اسٹڈیز پسند تھی اور زارا کو اکنامکس۔ بائے کہہ کر زارا اپنے فلور کی جانب بڑھ گئی۔ اس کا انداز عجلت بھرا تھا۔ اسما نے خصوصی طور پر اسے دیکھا اور پھر اپنے فلور کی جانب بڑھ گئی۔

اس کے بعد ایک بجے تک اسے زارا کالج میں نظر نہیں آئی۔ رخشی، سویرا اور انجم سے پوچھا، سب نے لاعلمی کا مظاہرہ کیا۔ صرف راحیلہ نے کہا کہ میں نے گیارہ بجے اس کو لائبریری میں دیکھا تھا مگر اس کو وہ لائبریری میں بھی نظر نہ آئی۔

اس کا مشکوک سا انداز، اس کی تیاری، چہرے کی چمکتی مسکان سنجیدہ سی اسما کو عجیب سے وسوسوں میں مبتلا کر رہی تھی۔ وہ اکیلی گھر جائے گی، ایسا تو کبھی ہوا نہیں۔ دونوں ساتھ جاتے تھے ہمیشہ۔ زارا کالج میں نہیں ہے تو کہاں گئی؟ کبھی ایسا تو نہیں ہوا۔ آنٹی کو کیا جواب دے گی؟

اس کے دل میں کھٹکے لگ گئے۔ آخری پیریڈ آف ہو گیا۔ کلاس میں زارا کی غیر حاضری لگی تھی۔ اِدھر اُدھر دیکھتی باہر آ گئی۔ سب لڑکیاں کالج سے باہر نکل رہی تھیں۔ اِدھر اُدھر دیکھتی وہ کیاری کے پاس منڈیر پر بیٹھ گئی۔

''ہاؤ......'' کوئی اس کے کان کے پاس چیخا۔ وہ بوکھلا کر پلٹی۔ زارا کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔

''تم...... تم کہاں تھیں؟ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ

ری ہوں۔'' زارا دھیمے سے اس کے قریب بیٹھ گئی۔ اس کے ...ے کی چمک اور لہجے کے ردھم میں غیر معمولی اضافہ ...ہوا۔ اس کے شنگرفی ہونٹوں پر گلابی لپ اسٹک کی ...تھی۔ گال گلابی دھوپ میں چمک رہے تھے۔

''کہاں بتاؤں گی مگر وعدہ کرو کہ کسی کو بتاؤ گی نہیں۔'' ...رازداری سے اس کے قریب جھکی۔

اس کے وجود سے ...کلم کے علاوہ ایک اور خوشبو اٹھ رہی تھی۔ اسما چونک گئی۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک تھی۔ دھوپ میں پلکوں کا مسکارا شیڈ دے رہا تھا۔

''میں تم سے ناراض ہوں'' اسما نے منہ پھیر لیا۔

زارا نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

''تم کالج میں نہیں تھیں تو کہاں تھیں؟ میں کتنی خوار ہو رہی تھی۔'' خفگی سے اسے دیکھا۔

''کہاں تمہیں بتاؤں گی، چلو گھر چلیں۔ دیکھو سارا کالج خالی ہوگیا'' بیگ تھام کر اچھل کر کھڑی ہوئی۔

''آ گیا خیال......'' اس نے بھی کتابیں سنبھال ...

اور پھر وہ منتظر ہی رہی کہ زارا بتائے کہ وہ کہاں ... مگر وہ اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔ یہاں تک کہ ...گھر آ گیا۔

''بائے!'' وہ اپنے گھر میں داخل ہوگئی۔ اسما نے ...گھر کی بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔ اسما میں ٹوہ لینے کی عادت ...تھی حالانکہ دونوں پکی سہیلیاں تھیں۔ زارا کبھی کوئی ...اس سے چھپاتی نہ تھی اور اسما کے پاس بھی اس کا اپنا ...کوئی راز نہ تھا۔ اسما کے دل میں بات رہ گئی تھی مگر خود ...نہیں پوچھا۔

اگلے دو دن معمول کے مطابق گزرے۔ تیسرے ...ن وہ پھر کالج سے غائب تھی۔ چھٹی کے وقت آن ...موجود ہوئی۔

''زارا!'' اسما نے سنجیدگی سے اس کی جانب دیکھا۔ ...نہوں... اس کا لہجہ ...گم ...ہوا تھا۔

''یہ جو تم کر رہی ہو ٹھیک نہیں ہے'' زارا چونک گئی۔ ...کے والدین ہم پر اعتماد کرتے ہیں، اکیلا بھیج دیتے ہیں، ہمیں ان کے اعتماد کو پامال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔''

''اسما، وہ بہت اچھا ہے'' زارا نے مسکراتے ہوئے گھاس پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے دیکھا۔ ''اس جیسا کوئی نہیں ہے۔ خوبصورت، اسمارٹ، ڈیشنگ پرسنالٹی ہے اس کی۔ بہت بڑا خاندان ہے، بالکل فلموں والا اس کی اتنی شاندار گاڑی ہے کہ بس...... وہ مجھے اپنی زہرہ کہتا ہے۔ میرا اپالو...... محبت کا شہزادہ ہے وہ'' اسما ششدر رہ گئی۔ زارا ایک دم سے کھل پڑی تھی۔

''وہ مجھے اب غیر نہیں لگتا، محرم لگتا ہے۔ اسے مجھ سے محبت ہے، میرے بغیر نہیں رہ سکتا وہ اور میں......'' اس نے دھیرے سے آنکھیں بند کر کے ہتھیلیوں پر اپنا چہرہ رکھ لیا۔

''میں بھی اس کے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس سے مل کر آؤ تو کچھ اچھا نہیں لگتا۔ ہر جگہ وہی وہ نظر آتا ہے۔ کتابوں میں، جنرل میں، خوابوں میں، آنکھوں کے سامنے۔ کیا محبت یوں ہی بے قرار ہوتی ہے۔'' اس کا لہجہ افسانوی اور لفظ بے باک ہونے لگے۔

وہ دونوں اس وقت اسما کے گھر کے لان میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کے اردگرد کتابیں تھیں۔ کل انگلش پوئٹری کا ٹیسٹ تھا اور زارا اس کے پاس پڑھنے آئی ہوئی تھی۔ اس نے اور ہی داستان شروع کر دی تھی۔ ''محبت ایسے ہی شروع ہوتی ہے۔''

''زارا!'' اسما کا لہجہ سخت ہوگیا۔ ''تم پاگل ہوگئی ہو کیا۔ یا تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، ایک اجنبی پر اعتبار...... اتنی دیر اس کے ساتھ...... کہاں ہوتی ہو تم؟'' اس کا لہجہ فکرمندی لیے ہوئے تھا۔

''اس کے ساتھ گاڑی میں، لانگ ڈرائیو پر۔'' دھیما دھیما سا میوزک حواسوں کو جگائے رکھتا ہے۔ اس کی باتیں بہت خوبصورت ہوتی ہیں۔ اسے میرا چہرہ، میرا لہجہ، میری باتیں بہت اچھی لگتی ہیں۔'' دھیرے سے اپنی سپید ہتھیلیوں کو پھیلایا ''وہ بس میرے ہاتھوں کو تھامے رہتا ہے۔'' زارا آہستہ آہستہ ہر بات اسے بتائے جا رہی تھی اور اسما دم بخود تھی۔

"کیا میں بہت خوبصورت ہوں" اس کا لہجہ نغمہ گر ہو گیا۔ "آج اس نے میری لمبی پلکوں کی تعریف کی تھی۔ دھیرے سے چھوا تھا۔ میں واقعی خوبصورت ہوں......؟"

"زارا!" اسما نے دھیرے سے اس کی ہتھیلی کو جھٹکا دیا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔ یہ تم کن راستوں پر چل نکلی ہو۔ ایسے راستے کسی منزل کی جانب نہیں جاتے، ان پر صرف بھٹکا جاتا ہے اور ساتھ چلنے والے بھٹکا کر آگے نکل جاتے ہیں۔"

"نہیں" اس کا لہجہ قطعی تھا۔ اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں "وہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی باتوں میں جھوٹ نہیں ہے۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے، رشتہ بھیجے گا میرے لیے وہ۔"

"پاگل، کم عقل لڑکی ہو تم" اسما نے سر جھٹکا۔

"ہاں، پاگل ہوں میں، اس کی محبت میں۔ دیوانہ بنا دیا ہے اس نے مجھے" وہ دھیرے سے ہنسی۔ "اپنی قسمت پر رشک آتا ہے۔ کتنوں میں سے اس نے میرا انتخاب کیا ہے۔" اس کے چہرے پر ناز تھا۔

"اونہہ...... انتخاب! یہ لڑکے یونہی ہوتے ہیں، ان کا کیا اعتبار، انتخاب اس نے کسی اور مقصد کے لیے کیا ہو گا اور تم اس کی پُرفریب باتوں میں آ گئیں۔"

"اسما!" شکوے سے دیکھا۔ "میں تمہیں اس سے ملواؤں گی، وہ دھوکے باز نہیں ہے۔"

"شکریہ! مجھے کسی سے نہیں ملنا اور تم بھی پہلی فرصت میں عشق و محبت کا لبادہ اتار پھینکو۔ کچھ نہیں رکھا ہوتا اس نام نہاد محبت میں، محبت صرف بنیادی رشتوں کے ساتھ اچھی لگتی ہے۔ باقی سب ڈھکوسلے، مکاریاں ہوتی ہیں، کیا تم اپنے اردگرد نہیں دیکھتیں۔" اسما کا لہجہ تاسف بھرا تھا۔ زارا اسے اس درجہ احمق پن کی توقع نہیں تھی۔

"تم جل رہی ہو" زارا ہنسی۔ "تم سے ملواؤں گی تو اور جل جاؤ گی" ہنسی پھیل گئی۔ "میں تمہارے لیے بھی ایسا ہی شہزادہ ڈھونڈوں گی۔" اب کے اس کا انداز شرارتی سا ہوا۔

"مجھے معاف رکھو" اسما نے ہاتھ جوڑ دیے۔ "میں اتنی گری پڑی نہیں ہوں کہ راستوں میں پڑے گرے شہزادوں کا استقبال کروں۔ یہ تو خود گداگر بنے ہوئے ہیں، کسی کو کیا رانی بنائیں گے۔ میرا شہزادہ وہ ہو گا جو مجھے ڈھونڈتا میرے گھر تک آئے گا یا پھر وہ جس کا انتخاب میرے امی ابو کریں گے۔" اس کا انداز پُراعتماد تھا۔ زارا کو بُرا لگ گیا۔

"یعنی کہ میں بُری لڑکی ہوں۔"

"نہیں" پیار سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ "بہت اچھی لڑکی ہو۔ ہم بہت اچھے دوست ہیں زارا! تمہارا انداز، تمہارا انتخاب، تمہارا طرزِ عمل بُرا ہے، محبت کچھ نہیں ہوتی، عمل ہوتا ہے۔ لڑکیوں کی عزت آبگینہ جیسی ہوتی ہے۔ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم محبت کے چور راستے تلاش کریں۔ اصل محبت تو شفاف ہوتی ہے۔ چور راستوں سے چور گزرتے ہیں۔" دھیرے سے ہاتھ دبایا۔

مگر زارا محبت کے خمار میں مبتلا تھی اور خمار اپنے وقت پر اترتا ہے۔ انسان دو طریقوں سے سیکھتا ہے تجربات سے یا پھر مشاہدات سے۔ جو لوگ مشاہدہ کر کے اپنے طرزِ عمل کو بہتر بناتے ہیں، اپنے اردگرد سے سیکھتے ہیں، جن کی نگاہ بڑی زیرک ہوتی ہے وہ معتبر ہو جاتے ہیں اور اسما کا شمار ایسی ہی لڑکیوں میں ہوتا تھا جبکہ زارا تجربہ کرنا چاہتی تھی اور تجربات اکثر خسارے میں بھی مبتلا کر دیتے ہیں۔ انسان سیکھ تو جاتا ہے مگر سود و زیاں سے سیکھا تو کیا سیکھا۔ انعام جب رلاتا ہے تو......

زارا کچھ سمجھنے کی پوزیشن میں تھی اور نہ سمجھنا چاہتی تھی۔ اس کی آنکھوں پر محبت کا چشمہ لگ گیا تھا اور رنگین عینک کوئی سی بھی ہو، سب اچھا، خوبصورت اور دلکش ہی نظر آتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ دنیا اتنی ہی رنگین اور خوبصورت ہے۔

☆☆☆

عشق تو دھوکا ہے اِک زہرِ آب ہے
زندگی ضائع نہ کر، نایاب ہے یہ

زارا پڑھنے لکھنے، نوٹس بنانے، ٹیسٹ کی تیاری

کرنے یا اسائنمنٹ بنانے سے غافل ہو چکی تھی۔ عشق کے بخار نے اسے نکما کر دیا تھا، محبت کی فضولیات نے ... پہلی۔ اس کی آنکھوں میں لودیتا خمار رہنے لگا تھا۔ اسما کے گھر بھی وہ بس اپنی باتیں کرنے آتی تھی۔ محبت کی باتیں، پیار کی بجھاریں، ان کہی پہیلیاں اور محبت کے داستانیں سنانے۔ زارا اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹی تھی۔ وہ چار بہن بھائی تھے۔ بڑی بہن سے فرق ہی نہیں۔ اس کے بعد دو بھائی پھر اس کا نمبر تھا۔ لے دے کر اسما اس کی راز داں تھی اور آج کل محبت کا ہر راز وہ اسما سے ہی شیئر کر رہی تھی۔ اسما کی پڑھائی کا حرج ہو رہا تھا مگر وہ مستقل مزاجی سے اپنی دوست کی تمام کہانی سنتی رہتی اور ملال سے اسے دیکھتی جو جانے کن راہوں کی مسافر بن رہی تھی اور مشکل یہ ہو رہی تھی کہ وہ کچھ اور سننے کے لیے تیار بھی نہیں تھی۔

"میرا خیال ہے کہ میں تمہیں اصغر سے ملواہی دوں۔" لوشن اپنے ہاتھوں پر ملتے ہوئے مسکرا کر ...ے سے کہا۔

"یعنی تم نے پڑھائی ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ بی اے نہیں تو کم سے کم انٹر تو مکمل کر لو۔"

"یہ تمہیں کس نے کہا؟" تحیر سے دیکھا "اس پڑھائی نے، اس کالج نے ہی تو مجھے میری محبت، میرا آئیڈیل دیا ہے اسما!" اس نے گہرا سانس لیا۔ ٹھنڈا مہکتا سانس۔ ہونٹوں پر بہت خوبصورت سی مسکان تھی۔

"تمہارے انگلش میں کتنے نمبر آئے ہیں؟" نگاہ ... سوال۔

"یار! یہ فائنل ٹرم تو نہیں ہے نا، ہو جائے گی پڑھائی بھی۔"

"زارا! قطرہ قطرہ دریا بنتا ہے، تمہارا خراب رزلٹ سب کو ہرٹ کرے گا۔ وہ اتنا اچھا ہے کیا کہ تم سب کو ہرٹ کرو۔" زارا ہنس دی۔

"اس کا کسی سے کیا مقابلہ! اچھا سنو، میں نے تمہیں بتانا تھا اس نے میری برتھ ڈے کا گفٹ دیا ہے۔ کل مجھے اس نے ہوٹل میں انوائیٹ کیا ہے ... ٹیبل بک کروائی ہے۔ کل کا سارا دن وہ میرے ساتھ گزارنا چاہتا ہے میرے ساتھ، میری محبت میں۔" اسما اسے دیکھتی رہ گئی۔ "میں کل کیسے اس کے ساتھ جاؤں ...... امی تو ......"

"تو آنٹی کو بتا کر چلی جاؤ" اسما جل گئی۔

"ہائے" مسکراتے ہوئے ہونٹوں پہ ہاتھ رکھے۔ "بھلا یہ بات میں کیسے ......؟"

"بعد میں بھی تو پتا چلے گی نا ...... اجازت لے کر چلی جاؤ۔" اس کے انداز میں خفگی نمایاں تھی۔

"ناراض ہو؟" زارا نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"نہیں" اس نے ہاتھ جھٹکا۔ "تم نے مجھ سے ناراض ہونے کا حق چھین لیا ہے زارا! اس شخص کی محبت سب محبتوں پر حاوی ہو چکی ہے، کیا وہ اتنا اچھا ہے؟" تیکھی نظروں سے دیکھا۔

"ہاں، وہ بہت اچھا ہے۔ اسے میرا بہت خیال ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس کرتا ہے وہ۔"

"اونہہ! احساس کرتا ہے ......" اسما نے سر جھٹکا۔ "چھوٹی چھوٹی باتوں کا احساس کرتا ہے اور بڑی بڑی باتوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ تمہاری عزت ......! جس پر تمہارے کردار کی عمارت کھڑی ہے، کس ناتے سے تمہارے ساتھ وقت گزارتا ہے ...... صرف محبت ...... کل کو کوئی تمہیں کسی ہوٹل میں، پارک میں، راستے میں شاپنگ پلازا میں دیکھ لے تو تم کس رشتے سے تعارف کرواؤ گی؟ محبت اس وقت راہِ فرار اختیار کر جائے گی، لوگ رشتہ پوچھتے ہیں اور ناتے طلب کرتے ہیں زارا! اور ساتھ کھڑے مرد کے ساتھ کوئی رشتہ نہ ہو تو لوگ بدنامی کا طوق پہنا دیا کرتے ہیں۔ کیا تم اتنی کم عقل ہو کہ تمہیں ان باتوں کا احساس نہیں ہے؟" حزن وملال اور خفگی کے ملے جلے تاثر سے اسے دیکھا۔ اسما بذاتِ خود ایک سمجھ دار، عقل مند اور ذہین لڑکی تھی۔ اسے آگہی کا شعور تھا اور اچھے برے کی تمیز تھی اور اس کے ساتھ مسئلہ یہ بھی تھا کہ

ہماری جان پہ دہرا عذاب ہے محسن
کہ دیکھنا ہی نہیں ہم کو سوچنا بھی ہے

"وہ دھوکے باز نہیں ہے اسما! وہ مجھ سے شادی کرے گا۔ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا مگر ......" تذبذب

سے اسے دیکھا۔

"مگر انسان کو مشکوک بنا دیتا ہے زارا!"

"وہ ابھی پڑھ رہا ہے۔ گھر میں بات کی ہے اس نے ..." یہ وہم تھا یا یقین، اسما کو زارا کا لہجہ کمزور لگا۔

"پھر یہ ملنا ملانا، تمہارا ضمیر ... مطمئن ہے؟" اسما واشگاف الفاظ میں اسے سمجھا رہی تھی۔ اب یہ سمجھنے والے پر منحصر ہے کہ وہ سمجھے یا کنی کترا کر گزر جائے۔ یہ ناصحانہ انداز زارا کو زچ کر گیا تھا۔

"وہ میری محبت، میری چاہت ہے اسما! میں اس سے دستبردار ہو کر مر جاؤں گی۔ تم غلط فہمی میں مبتلا مت ہو۔ تم ملنا، تمہیں بھی میری سچائی پر یقین آ جائے گا۔" زارا اپنی محبت اور دوستی دونوں کو ساتھ دیکھنا چاہتی تھی۔

"ایک بات یاد رکھنا زارا!" سنجیدگی اور متانت سے زارا کو دیکھا "انسان کو اپنی زندگی میں کچھ اصول ضرور بنانے چاہئیں۔ اپنے کردار کے حوالے سے عزتِ نفس، وقار اور خودداری کے لیے زندگی کو شاہراہ عام نہیں بنانا چاہیے کہ جس کا دل چاہے گزر جائے روندتا ہوا۔ دل کے دروازے فطری تقاضوں کی دستک پر کھولنے چاہئیں مگر صرف محرم رشتوں کے لیے۔"

زارا بدمزہ سی ہو گئی۔ کس مقصد کے لیے آئی تھی اور اسما نے کن بجھارتوں میں الجھا دیا۔ "بھئی میں کوئی اتنی کمزور تھوڑی ہوں۔ (اسے شاید ابھی کسی مرد کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا)

اسما جذباتی ہو رہی تھی، اس سے کچھ پوچھنا بے کار تھا۔ کتابیں سمیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"کل تمہارا اکنامکس کا ٹیسٹ ہے، تیاری کر لینا۔" سر جھکا کر اسما اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

کیسی تیاری، کیسا ٹیسٹ، اسے تو بہانہ تراشنا تھا کل کا دن یادگار بنانے کے لیے۔ اس کی آنکھوں میں [illegible] اترنے لگا۔

کل وہ اپنا ریڈ اور [illegible] ایمبرائیڈری والا [illegible] پہنے گی۔ اس کی میچنگ جیولری بھی ہے۔ اصغر کو فون کر دے، کہتی ہوں شام کا پروگرام کینسل کر کے صبح اٹھا [illegible]

بجے سے پانچ بجے تک کا ٹائم رکھ لے۔ بھلا میں رات کو گھر سے کیسے نکل سکتی ہوں۔

اپنے گھر میں داخل ہوتے ہوئے وہ مسلسل سوچتی آ رہی تھی۔ اسما نے بھی ہری جھنڈی دکھا دی۔ بہت خشک مزاج ہو گئی ہے اسما روڈ بھی۔ میرا زارا بھی خیال نہیں۔ کتنی مشکل سے ملتے ہیں آئیڈیل۔ وہ شاید جل گئی ہے میری محبت سے۔ خود بخود ہی مسکان اس کے ہونٹوں پر پھیل گئی۔

اپنے کمرے میں جا کر بیڈ پر گری اور آنکھیں موند لیں۔ محبت کی شاہراہ پر وہ اس کے ...... ہم قدم تھا۔

تجھ کو سوچوں تو ایسا لگتا ہے
جیسے خوشبو سے رنگ ملتے ہیں
جیسے صحرا میں آگ جلتی ہے
جیسے بارش میں پھول کھلتے ہیں

☆☆☆

اسما نے اس کی برتھ ڈے کی رُوداد نہیں پوچھی۔ کیا ملا، کیا دیا۔ دن کہاں اور کیسا گزرا؟ پوچھ کر اس کے جذبوں کو ہوا نہیں دینا چاہتی تھی۔ اللہ اس کو ہدایت دیتا ہے جو لینا چاہتا ہے اور وہ اندھے راستوں کی مسافر تھی اور اندھیرے میں بھی ہدایت مانگنے والوں کو ملا کرتی ہے۔

اب اکثر باتیں زارا اس سے چھپا لیا کرتی تھی۔ دونوں ایک ساتھ کالج جاتی اور آتی تھیں۔ حسبِ معمول وہ کالج ٹائمنگ میں گم ہو جاتی تھی اور ایک بجے گیٹ پر ہوتی تھی۔

اللہ نہ کرے اس کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے۔ اے اللہ، اس کی حفاظت کرنا، اپنی امان میں رکھنا۔ اسما ہمیشہ اس کے لیے دعا گو رہتی تھی۔ امتحان ہو گئے۔ انٹر میں اسما کا بی گریڈ آیا تھا اور زارا اکنامکس میں رہ گئی تھی۔ نمبر بھی اس کے بمشکل پاسنگ تھے اور زارا کو کوئی پروا نہیں تھی۔ اس کی باتوں سے لگتا تھا کہ اس نے شاید آگے ایڈمیشن بھی نہیں لینا تھا لیکن ایڈمیشن اسے لینا تھا۔ اگر وہ ایڈمیشن نہیں لیتی تو محبت کا یہ سفر جاری کیسے رہ سکتا تھا۔ اس کا گھرانا کوئی ماڈرن نہیں تھا اور نہ ہی وہ دوستوں سے

پڑھنے کے لیے نکل سکتی تھی۔ اس نے ایڈمیشن لازمی لینا تھا۔

"تمہیں پڑھنے کا شوق کون سا ہے جو بی اے کا فارم پُر کر رہی ہو؟"

زارا کھسیانی سی ہنسی ہنس دی۔

"کیا ہوا اس کا، رشتہ وغیرہ بھیجے گا یا نہیں؟" فارم فل کر کے سرسری سی نگاہ ڈالتے ہوئے اسے دیکھا۔

"آ گیا خیال تمہیں؟" پُرشکوہ نگاہ ڈالی۔

"دراصل یہ محبت کی کہانیاں مجھے بے حد فضول لگتی ہیں۔ یقین، سچائی اور ایمانداری کچھ نہیں ہوتا ان میں۔ پہلے دن چاند تاروں کے خواب دکھانے والے ساری روشنیاں اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔ کیا ملتا ہے نام نہاد محبت سے۔"

"مگر وہ ایسا نہیں ہے۔" زارا کے چہرے پر شفق پھیلنے لگی۔ اس نے ملال سے اسے دیکھا۔ (تمام لڑکیاں ایماندار، سچی، مخلص ہوتی ہیں مگر یہ لڑکے......!) "اسے مجھ سے بہت محبت ہے۔"

"کتنی......؟" بے ساختہ اسما کے منہ سے نکلا۔

"محبت کی کوئی پیمائش نہیں ہوتی اور نہ ہو سکتی ہے۔"

"ہوتی ہے ہر چیز کی پیمائش۔ محبت کی بھی، نفرت کی بھی۔" اسما نے فائل بند کر کے اسے دیکھا۔ "بتا سکتی ہو کہ اسے تم سے کتنی محبت ہے؟" اسما کے چہرے پر ذومعنی مسکراہٹ تھی۔

"وہ میرے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس کی باتوں سے، اس کے لہجے سے میرے لیے پیار ہی پیار جھلکتا ہے۔"

"بس......!"

"روز ملتا ہے مجھ سے" زارا کے لہجے میں یقین تھا۔

"روز ملتا ہے، روز محبت بھری باتیں کرتا ہے، روز محبت کا یقین دلاتا ہے۔ کیا روز ملنا محبت کا یقین ہے؟"

"اسما! کیا کہنا چاہتی ہو تم؟" زارا نے عجیب سے انداز میں دیکھا۔

"شادی کرے گا وہ تم سے؟"

"ظاہر ہے شادی کے لیے ہی محبت کی ہے، مجھے پسند کرتا ہے وہ۔"



سالگرہ "پاکیزہ" کی

علم و ادب کے سب متوالے
لکھنے والے پڑھنے والے
لفظ و بیاں کی گود کے پالے
اس کی چاہت کے ہیں حوالے
البیلی سی ایک خوشی ہے
سالگرہ پاکیزہ کی ہے

رنگ رنگیلی تصویریں ہیں
پیاری پیاری تحریریں ہیں
دلکش خواب کی تعبیریں ہیں
مہر و وفا کی تاثیریں ہیں
حسن کی چاہت اور بڑھی ہے
سالگرہ "پاکیزہ" کی ہے

من کی جھیل کا نین کنول ہے
افسانہ یا کوئی غزل ہے
کتنی سندر اور نجل ہے
ارمانوں کا تاج محل ہے
کتنی مبارک باد ملی ہے
سالگرہ "پاکیزہ" کی ہے

شاعرہ: سیما سراج
پروفیسر عثمانیہ گرلز کالج، کراچی

''یا تم صرف اس کی دوست ہو، کبھی اس موضوع پر بات کی؟'' اسما اس کے ذہن کی گرہیں کھول دینا چاہتی تھی مگر وہ......!

''محبت اور دوستی ایک دوسرے سے مشروط ہے۔''

''نہیں، محبت الگ ہے، دوستی الگ ہے۔ دوست سے شادی نہیں کی جا سکتی۔''

''اسما! ابھی وہ پڑھ رہا ہے۔ میں نے بی اے کرنا ہے۔ اس کے بعد اس کی جاب ہے، جاب ڈھونڈے گا وہ......''

''اچھا!'' استہزائیہ انداز تھا۔ ''اتنا امیر کبیر، ویل آف فیملی سے تعلق رکھتا ہے وہ اور جاب ڈھونڈے گا وہ۔ تم بے وقوف ہو یا وہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے؟ اور اگر اس دوران میں تمہارا کوئی رشتہ آ جاتا ہے تو......؟'' زارا اس تلخ سچائی پر اس کی شکل دیکھنے لگی۔ دل ایک دم سے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

''کیا ہو سکتا ہے، شادی تو اس سے ہی کرنی ہے، وہ ایسا نہیں ہے۔''

''اپنی آنکھیں کھولو زارا! محبت میں پیمائش بھی ہوتی ہے اور آزمائش بھی۔ ہر چیز میں معیار ہوتا ہے، زندگی کھیل نہیں ہوتی اور نہ ہی ہمیں اس کا کھیل بنانا چاہیے۔''

''میں چلتی ہوں، تم تو بس......'' زارا کو غصہ آنے لگا۔ اب کے اس نے روکا نہیں اور زارا رکی بھی نہیں۔ اور وہ رکنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ دکھی نظروں سے اسے جاتے دیکھا۔

کاش! یہ لڑکیاں اپنے کردار میں مضبوطی پیدا کر لیں۔ آئیڈیل بنانے سے بہتر یہ نہیں ہے کہ خود کو آئیڈیل بنا لیں۔ خود کو تراش لیں، عورت کی فطرت اس کے کردار سے ہی تو معلوم ہوتی ہے۔ ایک مشکوک لڑکی کا کردار تمام لڑکیوں کے کردار کو مشکوک بنا ڈالتا ہے۔

نفس کو آنچ [illegible] اور وہ [illegible] رکھنا
بڑا محال ہے ہستی کو معتبر رکھنا

[illegible]

''تم آئندہ زارا کے ساتھ کالج نہیں جاؤ گی۔'' واصف [illegible]

''کیوں؟'' بے ساختہ ہی منہ سے نکلا۔

''بس کہہ دیا نا'' اس کا لہجہ سخت تھا۔

''پھر میں کیسے کالج جاؤں گی؟''

''میں آفس جاتے ہوئے تمہیں چھوڑ دیا کروں گا۔'' بغور اس کا جائزہ لیا۔

''مگر واصف بھائی، زارا کیسے جائے گی؟''

''یہ اس کا مسئلہ ہے، ہمارا نہیں'' اسما بھائی کو دیکھ کر رہ گئی۔ اس کا انداز نیا تھا۔

''دونوں بچیوں کا بچپن کا ساتھ ہے، چھوٹ سکتا ہے بھلا؟'' دادی اماں تخت پر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی باتیں سن کر کہا۔ ''اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، پڑھنا لکھنا، ہنسنا بولنا ہر کام ساتھ ساتھ، اب بھلا کالج جانا چھوٹ سکتا ہے؟'' دادی حیران تھیں۔

''ہاں چھوٹ سکتا ہے۔ میں کہہ رہا ہوں اگر آئندہ تم اس کے ساتھ گئیں تو تمہارا کالج جانا بھی بند......'' واصف کا لہجہ غیر معمولی تھا اور اسما ایک سمجھ دار لڑکی تھی، اسے یہ لہجہ، یہ انداز سمجھ آ رہا تھا۔ اس نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ جرح اسے بھی مشکوک بنا سکتی تھی اور وہ اپنے کردار پر حرف برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

''باؤلا ہو گیا ہے یہ لڑکا تو......''

''دادی جان! آپ نہیں جانتیں آج کل کے ماحول کو، بس میں نہیں چاہتا کہ یہ اس کے ساتھ جائے۔'' اور ''اس'' کے لیے جتنی نفرت تھی، وہ محسوس کر سکتی تھی۔

''ٹھیک ہے بھائی!'' وہ وہاں سے اٹھ گئی۔

''اور اس سے تمام دوستی ختم کر لو، گھر آ جائے تو ٹھیک ہے، تمہیں اس کے گھر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔'' جاتے جاتے وہ چونک کر پلٹی۔

بھائی دھیرے دھیرے اپنی پیشانی مسل رہا تھا اور اسما بے سمجھ نہیں تھی۔ سر جھکا کر باہر نکل گئی۔ زارا کی سرگرمیاں بھائی کی نگاہ میں آ گئی ہیں۔ اس کا دل اچھلا۔

اُف، میرے خدا...... سینے پر ہاتھ رکھا۔

وہ تو زارا کے لیے کتنے اچھے جذبات رکھتا تھا اور بھائی کے ساتھ ساتھ نوکری بھی کرتا رہا۔ زارا اس کا

خواب تھی، پُرکشش، اسمارٹ، شرارتی سی۔ مگر...... بے
چینی سے اٹھ کر باہر نکل گیا۔

اسے ابھی بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ زارا ہو سکتی ہے۔ سمندر کے کنارے کسی لڑکے کے ساتھ چلتی، ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے۔ ہوٹل میں میز کے پیچھے بیٹھی۔ وائٹ گاڑی میں آئس کریم کھاتی، کھلکھلاتی ہوئی۔

سنسان سڑک پر ان کی گاڑی رواں تھی اور جب وہ اپنی بائیک لے کر ان کے قریب سے گزرا تھا، گاڑی دھیمی رفتار سے چل رہی تھی۔ زارا کا سر اجنبی کے شانے پر تھا اور وہ ایک ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کرتا، دوسرے ہاتھ سے اسے سنبھالے، اس پر جھکا ہوا تھا۔ دونوں ایک دوسرے میں گم تھے۔

نفرت، کراہت، گھن ایک ساتھ اس کے وجود میں اتر گئے۔ بظاہر معصوم، شریف، سیدھی نظر آنے والی زارا اس طرح کی ہو سکتی تھی، اسے یقین نہیں آرہا تھا۔

وہ تو ہمسائے میں رہتی تھی۔ اس کی بہن کی دوست تھی۔ اپنی محبت کو خاموشی سے دل میں چھپالیا۔ حقِ ہمسائیگی ادا کیا کہ وقت آنے پر کہے گا، امی میرے لیے زارا کو مانگ لیں۔ مانگنے سے پہلے ہی وہ کسی کی ہو چکی تھی اور اس انداز میں؟

اُف...... اسے اپنا وجود جلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

کیا لڑکیاں اس طرح سے والدین کی آنکھوں میں دھول جھونکتی ہیں؟ ان کے اعتماد کو تاراج کرتی ہیں؟

اور...... زارا، واصف کو زارا سے یہ امید نہیں تھی۔

اور کیا...... اسما...... اس کی بہن بھی......؟ اس کے وجود میں پتنگے لگ گئے۔ بُری صحبت ضرور اثرانداز ہوتی ہے۔

وہ کئی دن تک اسما کو واچ کرتا رہا۔ صد شکر تھا، اسما کردار کی مضبوطی میں مکمل تھی۔

ایسا نہ ہو آئندہ......! واصف نے فیصلہ کیا اور اسما پر حد بندی لگا دی اور زارا اتنی آگے نکل چکی تھی کہ اسما کو اب خود بھی اس سے ڈر لگنے لگا تھا۔ اسے سمجھائی تھی کہ دوستی کا بھرم قائم رہے مگر اسے کسی بھی زبان میں نہیں سمجھایا جا سکتا جو خود سمجھنا نہیں چاہے۔ زارا برائے نام کالج جاتی تھی۔ زیادہ وقت اس کا باہر گزرتا تھا۔ اس کے



پاکیزہ کی سالگرہ پر

ہے کتنی حسین مہکار پاکیزہ
ہے دلوں کا پیار پاکیزہ
ہے تیرا کردار پاکیزہ
تیرے سب افکار پاکیزہ
ہے پاکیزہ ہر تحریر تیری
تیرے ہیں اشعار پاکیزہ
سالگرہ تیری پر کروں نذر
نیک دعائیں بے شمار پاکیزہ
غم تنہائی ہو کیوں مجھے جب کہ
ہے میرا یار پاکیزہ، میرا دلدار پاکیزہ
اس تشنہ کلامی کو امر کر کے
کر چاہت کا اقرار پاکیزہ

شاعرہ: عذرا تشنہ

ڈاکٹر ندا ندیم

پاؤں میں زنجیر نہیں تھی۔ اپنے کردار، اپنی عزتِ نفس، اپنی پاکیزگی اور اپنے خاندانی وقار کا کچھ احساس نہیں تھا۔ وہ اندھے راستے کی مسافر بن گئی تھی اور آنکھوں پر محبت کی پٹی باندھ کر ان راستوں کی مسافر بن گئی تھی جو کسی منزل کی طرف نہیں جاتے۔ بھٹک جاتے ہیں، بھٹکا دیتے ہیں یا پھر بھول بھلیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

☆☆☆

''یہ واصف بھائی کو ہوا کیا ہے آخر؟'' زارا نے پوچھا۔

''پوچھ لینا'' اسما نے نگاہ چرالی۔ ''کہہ رہے تھے پیدل جاتی ہو، میں آفس جاتے ہوئے چھوڑ دوں گا۔''

''یہ قریب ہی تو ہے کالج......'' زارا اس آگہی کو نہیں پہنچ سکی تھی جو انہیں حاصل ہو گئی تھی۔ خدا ان لوگوں کو ہدایت دیتا ہے جو ہدایت لینا جانتے ہیں۔

''تم بھی عرفان سے کہہ دو، چھوڑ آیا کرے گا۔''

''میرا دماغ خراب ہے کیا۔ عرفان سے کہوں گی تو وہ پھر میری......'' وہ ذومعنی انداز میں ہنسی، ادھورا جملہ بول کر۔ آج کل اس کے چہرے پر انوکھے رنگ تھے۔

''تمہیں ابھی تک محبت کی سچائی کا پتا نہیں چلا؟''

''تم ابھی تک میری محبت کی طرف سے مشکوک ہو؟''

اسما نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''ناراض ہو......''

''کیوں؟''

''لگ رہا ہے۔''

''تمہارا وہم ہے۔ میں کیوں ناراض ہوں گی۔ ہر کسی کی اپنی اپنی زندگی ہے، جیسے چاہے گزارے۔ آگہی کا شعور خدا ہر کسی کو دیتا ہے، اچھے اور بُرے کی تمیز ہر کسی کو ہے۔ اپنے لیے ہر انسان سوچ سمجھ کر ہی اختیار کا تعین کرتا ہے۔ خیر اور شر انسان کے وجود کا حصہ ہیں، یہ خود انسان پر منحصر ہے کہ وہ کس کو زیادہ تقویت دیتا ہے۔''

اسما سمجھانے کا کوئی موقع جانے نہیں دے سکتی تھی۔

اب کوئی سمجھانا ہی بیکار ہے تو......

☆☆☆

اسما کے لیے پہلا رشتہ ہی شاندار آیا۔ ملٹی نیشنل فرم میں جاب کرتا تھا، نام وجاہت تھا۔ اچھی خاندانی فیملی تھی۔ اس کے دو بھائی اور ایک بہن اور تھی، جوائنٹ فیملی سسٹم تھا۔ والدین حیات تھے۔ گھر اور لڑکا دیکھ کر آئے تھے۔ حلیمہ بیگم کو سب کچھ اچھا لگا۔ ان کی توقع سے بڑھ کر یہ رشتہ آیا تھا۔ وہ خدا کی شکر گزار تھیں ورنہ ان کی قسمت کہاں اتنی مہربان ہو سکتی تھی۔ ان کا حلقۂ احباب ہی اتنا وسیع نہیں تھا، بس محلے داری اور گنے چنے رشتے دار تھے۔ اسما کے رشتے کے سلسلے میں پریشان ہونا شروع ہوئی تھیں کہ اللہ نے کرم کر دیا۔

اسی روز زارا نے اس سے کہا ''تمہیں ایک بات بتانا ہے۔''

''کیا؟'' کالج میں گھاس کے قطعہ پر بیٹھتے ہوئے اسے دیکھا۔

''بلکہ کسی سے ملوانا ہے'' ذومعنی انداز میں مسکرائی۔

''کس سے؟''

''ہے ایک، بہت اچھا، بہت پیارا۔ آج کل لندن سے آیا ہوا ہے۔ اسے ایک مشرقی پاکستانی لڑکی سے شادی کرنا ہے۔ اصغر نے تمہارا ذکر کیا ہے۔ کل چلو گی نا ملنے......اصغر تمہیں بہت پسند کرتا ہے۔'' اسما کے تاثرات سے بے خبر وہ بول رہی تھی۔ ''وہ چاہتا ہے کہ......''

''وہ کیا چاہتا ہے اور کیا نہیں چاہتا، مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میرے چاہنے والوں کو اللہ سلامت رکھے۔ وہ کون ہوتا ہے میرے بارے میں سوچنے والا......اور تم......تم اس سے میری باتیں کیوں کرتی ہو؟ میں تمہاری دوست ہوں'' اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

''اسما!'' اس سخت لہجے پر زارا حیران تھی۔

''مجھے یہ خرافات پسند نہیں ہیں، تمہیں مبارک ہوں۔ کیا تمہیں میری نیچر کا علم نہیں ہے، میں کس مزاج کی لڑکی ہوں؟'' اس کا لہجہ غصیلا تھا۔

''اسما! وہ بہت اچھا ہے، تم چلو تو......ایک شاندار زندگی......''

''میرا اللہ مجھے شاندار زندگی ہی دے گا۔ مجھے کسی

سے کچھ نہیں لیا اور میں ارینج میرج کروں گی، میرا رشتہ طے ہو گیا ہے۔"

"کیا.....!" زارا زور سے چیخی "اور تم مجھے اب بتا رہی ہو؟"

"کل رات کو ان کا فون آیا تھا۔" یکدم ہی ہنس دی۔

"...مٹھائی ملے گی۔"

"کیسا ہے وہ، تم نے اسے دیکھا ہے کیا..... کیا کرتا ہے؟"

"ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اس کے گھر والوں نے پسند کیا ہے۔ میں نے صرف تصویر دیکھی ہے۔"

"ہائے..... اس ماڈرن دور میں کون ایسا کرتا ہے بھلا۔ ایسی شادیاں اب کامیاب نہیں ہوتیں۔ ہوش کے ناخن لو تم" زارا جذباتی ہونے لگی۔

"ایسی ہی شادیاں کامیاب رہتی ہیں زارا! سب کچھ پہلے ہی طے ہو گیا، جان لیا، پہچان لیا تو بعد کے لیے کیا بچے گا اور مجھے یکسانیت اچھی نہیں لگتی۔"

"مگر اسما! ایسے کیسے..... شادی سے پہلے انسان کا ایک دوسرے کو جاننا زیادہ ضروری ہوتا ہے تاکہ بعد میں انسان کی زندگی اچھی اور مطمئن گزرے۔ جیسے کہ میں اور معز..... ہم دونوں ایک دوسرے کو بہت اچھی طرح سے جانتے ہیں، ایک دوسرے کے بارے میں۔ بعد میں ہم ایک بہتر زندگی گزاریں گے۔"

"سب کچھ تو اب جان لیا ہے، بعد میں کیا کرو گے؟" سوال اچانک تھا۔ لمحہ بھر کو زارا چپ ہو گئی۔

"میرے جیسی سیدھی سادی گھریلو لڑکی کے لیے والدین کا انتخاب ہی بہتر رہتا ہے۔"

"پاگل ہو تم..... تم ایک دفعہ بنٹی سے ملو تو....."

"مجھے کسی سے نہیں ملنا۔ میں اپنی قسمت پر شاکر ہوں اور اللہ کی رحمت پر قانع۔ جس کو میری تلاش ہے، میری ضرورت ہے..... مجھ تک آ پہنچے گا۔"

"تم بے وقوف ہو اسما! اپنی زندگی تباہ کر لو گی"

اسما اسے دیکھ کر رہ گئی۔ کون جانے کون اپنی زندگی تباہ کرے گا میں یا وہ..... اس کا فیصلہ وقت نے کرنا تھا۔

"لو میرج کامیاب رہتی ہے..... تمہیں بعد میں اندازہ ہوگا۔" زارا اب بھی بضد تھی۔ جواب میں وہ بس مسکرا دی۔

"جذباتیت سے نکل کر دیکھو، تمہیں خود اندازہ ہوگا۔ یہ بتاؤ، کب کرنا ہے شادی.....؟"

"آ..... ہاں....." زارا نے گہرا سانس لیا "ابھی تو وہی مسئلے ہیں، اس کی تعلیم پھر جاب....."

"تم تو کہہ رہی تھیں کہ ویل آف فیملی ہے؟"

"وہ تو ہے..... مگر معز اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہتا ہے۔ اسے اپنے قوتِ بازو پر بھروسا ہے۔"

"اچھا!" ایک طنزیہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر تھی۔ "پڑھ رہا ہے وہ؟"

"ہاں، یہ آخری سال ہے..... بس دو سال کا انتظار۔"

"اور پچھلے دو سال سے جو وہ تم پر لٹا رہا ہے۔ تحفہ تحائف، گھومنا پھرنا، ہوٹلنگ کرنا..... اور..... لانگ ڈرائیو..... وہ کہاں سے کرتا ہے؟"

"وہ تو اسے جیب خرچ ملتا ہے۔"

"اتنا زیادہ..... وہ تمہیں بے وقوف بنا رہا ہے زارا! اب بھی وقت ہے، سنبھل جاؤ۔ یہ لڑکے اتنے ہی شاطر ہوتے ہیں، بہروپیے..... صرف اپنے لیے جیتے ہیں۔"

"وہ ایسا نہیں ہے۔"

"تم..... تم اس سے کہو نکاح یا منگنی کر لے..... بعد میں دیکھی جائے گی۔"

"میری اس معاملے پر بات ہوئی تھی، کہتا ہے کہ دو سال بعد....."

"اف..... دو سال! لڑکیاں اپنے گھر کی جلدی ہو جاتی ہیں زارا اور کیا تمہارے گھر والے اتنا انتظار کریں گے۔"

"ہاں!" اس کا لہجہ سخت ہو گیا "جب تک میں چاہوں، انتظار ہو سکتا ہے۔"

اسما اسے دیکھ کر رہ گئی۔ بمشکل اس جملے کو ادا ہونے سے روکا کہ کہیں یہ انتظار..... انتظار ہی نہ رہ جائے۔

اللہ نہ کرے۔ اس کا یقین اور اعتماد سلامت رکھنا۔

اس کی اندھی محبت کو راستہ دکھا دینا۔ اے اللہ، اس نا سمجھ

لڑکی کو سرخرو رکھنا۔ بے اختیار دل سے دعا نکلی۔

☆☆☆

اس کی آناً فاناً شادی کی تاریخ منگنی والے دن ہی طے ہوگئی۔ وجاہت کے گھر والوں کا کہنا یہ تھا کہ چونکہ ان کا بڑا بیٹا جرمنی سے فیملی کے ساتھ آیا ہوا ہے، اب وہ جائیں گے تو تین چار سال بعد آئیں گے۔ اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے چھوٹے اور آخری بیٹے کی شادی میں سب شریک ہوں۔ اسما کے گھر والوں کو کیا اعتراض تھا۔ شادی تو بہرحال کرنا ہی تھی، جتنی جلدی لڑکی کی شادی ہو جائے بہتر ہے۔ زارا بھی ابھی تک حیران تھی، اتنی جلدی...... اور وہ صرف سر جھکا کر رہ گئی۔

مایوں، مہندی، شادی سب کاموں میں زارا نے حق دوستی ادا کیا۔ اس کی ڈریسنگ بہت مہنگی اور غضب کی تھی۔ حالانکہ وہ فیملی کے لحاظ سے اتنے قیمتی لباس افورڈ نہیں کرسکتی تھی۔ مہندی والے دن سرخ اور اورنج امتزاج کے اسٹائلش سوٹ اور میچنگ کے بارے میں اس نے بتایا تھا کہ اسما کی شادی کے لیے تمام لباس اصغر نے دلوائے ہیں اور یہ کہ وہ شادی والے دن بھی آئے گا، میں نے بلوایا ہے۔

''ہیں......'' اسما نے چونک کر اسے دیکھا۔ ''کسی نے دیکھ لیا تو......؟''

زارا کھلکھلا کر ہنس دی ''اتنے لوگوں میں پہچان تو کوئی نہیں سکے گا کہ کون ہے یہ، سسرال کی طرف سے ہے یا میکے کی طرف سے۔'' اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

اسما اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھنے لگی جو سر جھکائے اس کے پیروں پر مہندی لگا رہی تھی۔

محبت...... محبت انسان کو اتنا چالاک اور عیار بنا سکتی ہے کہ انسان اپنوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکے؟ کیا کوئی چاہت اتنی مخلص ہوتی ہے کہ...... والدین سے فراڈ کرنا سکھا دے؟

اور کیا یہ نادان لڑکیاں یہ نہیں سوچ سکتیں کہ اپنوں کی برسوں کی محبت اور سامنے والے چاہنے والے کی چند مہینوں کی محبت، کون سی محبت اہم ہے؟

''تم سے ایک بات کہنا تھی،'' سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

اسما نے چونک کر اسے دیکھا۔

''اصغر فارم پر چلنے کی ضد کر رہا ہے'' جھک کر بالوں کو پیچھے کیا اور پھر جھک کر مہندی لگانے لگی۔ ''اپنی خاندانی زمینوں کی سیر کروانا چاہتا ہے وہ'' اسما ساکت رہ گئی۔

''مت جانا زارا! بالکل بھی مت جانا۔ اگر تم خود کو سلامت دیکھنا چاہتی ہو تو بالکل مت جانا۔''

''مجھے اس پر اعتماد ہے'' سر اٹھا کر دیکھا۔

''یہ اعتماد...... یہ یقین، خوش فہمی نہ ہو...... زارا......!''

''ہمارا برسوں کا ساتھ ہے اسما! اسے میں خود سے زیادہ عزیز ہوں۔''

ہائے یہ خوش فہم لڑکیاں! کیوں نہیں سوچتیں کہ مرد دریافت کا پرندہ ہے۔ عورت کے قرب میں دریافت کرنے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ اڑنے میں دیر نہیں لگاتا۔

''تم جاؤ گی کیا؟'' اسما کے دل میں پتنگے لگ گئے۔

''ہاں...... لیکن کیسے جاؤں گی، رات بھر کا قیام ہوگا۔ امی تو جانے نہیں دیں گی۔'' کون رکھ کر سیدھی ہو کر بیٹھی۔

''تو امی کو لے جاؤ نا۔''

''ہا...... ہا......'' حیرانی سے ہنسی۔ ''امی کو...... جوتے پڑوانے ہیں مجھے کیا خود کو۔ بے فکر رہو، مجھے کچھ نہیں ہوتا...... بہانہ تراش لوں گی کوئی۔'' گھنیرے بالوں میں انگلیاں چلائیں۔

یہ عذر، یہ تاویلیں، یہ بہانے، یہ اعتماد کیسے در آتا ہے معصوم سی زندگیوں میں۔

''تم تو گئی ہو کام سے۔ شادی کے بعد کہاں ہاتھ آؤ گی۔ یہ بتاؤ کہ وجاہت بھائی کیسے ہیں؟ کچھ فون شون ہوا، کوئی بات بنی۔ سچ، میں تو...... میں خود بلکہ اصغر اس قدر حیران ہو رہا تھا کہ کیسے لڑکیاں ارینج میرج کر لیتی ہیں۔ اُف...... ہم تو کبھی نہ کریں۔ مشورہ دے رہے تھے موصوف کہ اپنی دوست سے کہنا کہ اک ملاقات تو ضرور کرے ورنہ بعد میں......'' وہ ہنسی ''جیسے نہ

ماردیتا۔

''زارا...... ! کتنی دفعہ کہا ہے کہ میری باتیں اس سے مت کیا کرو۔ مجھے نہیں اچھا لگتا کہ میں موضوع سخن بنوں۔ اور میں اس شادی میں خوش ہوں۔ میرے امی ابو میرے لیے غلط فیصلہ نہیں کر سکتے اور چیخ بھی ماردی تو کسی کو آواز نہیں دوں گی۔'' بمشکل اپنی ناگواری کو روکا۔ اسے کبھی بھی اچھا نہیں لگتا تھا کہ اس کی ذات کو موضوع بنایا جائے۔

زارا نے نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔ پیلے اور ہرے امتزاج سے منسلک مایوں کا جوڑا پہنے، جس کے دوپٹے پر ہرا گوٹا لگا ہوا تھا، ہاتھوں میں پیلی ہری چوڑیاں۔ نازک کامنی سی اسما بے حد حسین لگ رہی تھی، قدرے ناراض سا انداز۔

''بہت پیاری لگ رہی ہو'' بے ساختہ اسے ساتھ لگا لیا۔

وہ بھی ہنس دی۔

☆☆☆

میں زارا ہوں، زارا حمید۔ اسما کی بے حد عزیز پیاری دوست۔ ہم دونوں کا بچپن کا ساتھ ہے۔ خدا کرے یہ ساتھ بڑھاپے تک برقرار رہے۔ آمین!

اورنج اسٹائلش سا ٹراؤزر، بلیک اورنج ایمبرائیڈری والی شرٹ، شانے پر جھکا ہوا ڈھلکا سا دوپٹا۔ خوبصورت چہرے پر میک اپ کی چمک۔ اپنی گھنیری پلکوں کو جھپکاتی، شوخ سی مسکراہٹ سے اس کی جانب دیکھتی وہ ایک گفٹ پیک بوکے کے ساتھ اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔

وجاہت نے سر اٹھایا اور چونک گیا۔ لاکھ میک اپ کی دبیز تہوں میں چہرہ چھپا ہو، مرد اس عورت کو پہچان لیتا ہے، جس کو بار بارا ہوں میں دیکھا ہو۔ وجاہت کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔

زارا کی آنکھوں میں [illegible] کی چمک تھی۔ وہ اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔ اب وہ اسما کی باتیں کر رہی تھی۔ اسما کا سر جھجک و شرم سے جھک گیا۔ وجاہت کے دل میں ایک دم سے ابال اٹھ گیا۔

وہ، جو نرم گرم سے خیالوں میں گم تھا، پہلو میں بیٹھی دلہن کا سراپا اسے ایک نئے رنگ میں مبتلا کر گیا تھا۔ نکاح کے بولوں میں شاید ایسی ہی کشش ہے۔ مگر...... دزدیدہ نگاہ برابر میں بیٹھی عروس پر ڈالی۔ حنائی ہاتھوں کے نیچے دبا سرخ بٹوا۔ انگلیاں انگوٹھیوں سے مزین۔ کلائیوں میں بھری بھری عروسی چوڑیاں۔ قرب سے اٹھتی گجروں کی مہک۔ وجاہت کے سارے احساسات بھک سے اڑ گئے۔

ایک دم سے خوشگوار احساسات پر برق گر گئی۔ محفل میں گویا سناٹا چھا گیا ہو۔ ہر چیز اجنبی لگنے لگی۔

''بھابی رخصتی کروالیں، ڈیڑھ بج رہا ہے۔'' اکتایا ہوا لہجہ، اسما کے حواس جگا گیا۔

''اوہو!'' ذومعنی سے اشارے ہونے لگے مگر اسے کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

☆☆☆

وہ جو خوشگوار، خواب آگیں خیالات کے زیر اثر تھی، اس کے قریب ڈھیر سارے پھولوں کی پتیاں بکھری ہوئی تھیں۔ بیڈ کے اطراف خوبصورتی سے سجایا گیا تھا۔ سائڈ ٹیبل پر پھولوں کے ہار اور اس کا سہرا رکھا ہوا تھا۔ نئی زندگی کا نیا سفر، نیا ہمسفر، نئے جذبے اور نئے احساسات۔ گھونگھٹ کی اوٹ سے سامنے صوفے پر بیٹھے وجاہت کو دیکھا۔ جو پچھلے ایک گھنٹے سے مسلسل اسموکنگ کر رہے تھے۔

خوابناک سی حجلہ عروسی میں سگریٹ کے دھوئیں نے تلخی سی گھول دی تھی۔ اس کا گلا خشک ہو رہا تھا اور پانی کی خواہش تھی مگر...... اب وہ سائڈ کی جانب بنے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اسے کھولا اور پھر یک لخت مڑ کر اسے دیکھا۔

''تم سو جاؤ......'' یہ ایک جملہ کہا اور باہر نکل گیا۔

اللہ جانے باہر کیا تھا، ٹیرس، کمرا، بالکونی، سیڑھیاں۔ کمرے کی وہ تنہا مکین ششدر سی تھی۔ گلا شدید خشک ہو گیا۔

یا اللہ...... یہ کیا ہوا۔ کس کی بدنظری اس کی خوشیوں کو کھا گئی، ایسا کیا ہو گیا؟

کیا اس کے ساتھ بھی وہی روایتی قصے ہوئے۔

انہیں کوئی اور لڑکی پسند تھی، والدین ظالم سماج...... اپنی پسند...... آف......!

اس کی آنکھیں بھر آئیں اور ساتھ ہی اپنی بدقسمتی اور مظلومیت کے احساس کے تحت رخسار بھیگنے لگے۔

دلہن کی سجاوٹ میں صرف زیبائشی اشیا کی مہک ہی نہیں ہوتی بلکہ اندرونی خوبصورت احساسات اسے پرکشش بناتے ہیں اور اسما تو باپردہ تھی۔ کبھی حجاب کے بغیر نکلی نہیں۔ اس پر سنہرا روپ آیا تھا، ہر نگاہ نے اسے سراہا تھا اور ان کی جوڑی کو شاندار کہا تھا۔ کیا اس کی شادی بدنظری کا شکار ہوگئی۔ اس کے دل میں ہول سے اٹھنے لگے۔

کیا کرے، کیا نہ کرے؟ کس طرح مخاطب کرے، کیا وجہ پوچھے؟ کیا قصور سمجھے۔ دھیرے سے سر اٹھایا۔ گردن پتھر اور کمر تختہ محسوس ہوئی۔

دھیرے سے سر گھما کر پانی کو دیکھا۔ دور ٹیبل پر رکھا تھا۔ آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔

اس چیز کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ ٹشو سے چہرہ صاف کیا۔ باربار آنکھیں اپنی بے قدری پر جھلملا رہی تھیں۔ حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے اور اِک خوف سا اس کے وجود میں سرائیت کر گیا۔

کیا ہوا...... کیا ہوگا...... کیا ہوگیا ہے یہ......؟ صبح...... صبح اس کے لیے کیا لے کر آئے گی؟

پانی پینے کی خواہش ایک دم سے مرگئی۔ نڈھال سی بیٹھی رہ گئی۔ گھڑی پر نگاہ کی۔ ساڑھے پانچ بج رہے تھے۔ وہی دروازہ دوبارہ کھلا، وجاہت اندر آرہے تھے۔

اس نے سر جھکالیا۔ سرخ دہکتی آنکھیں، تنا ہوا چہرہ اسے لرزا گیا۔

''میں نے کہا تھا کہ تم سو جاؤ۔'' کرخت سی آواز نے اسے کپکپا دیا۔ ''ختم کرو یہ ڈرامے بازی۔'' تکیہ کھینچ کر وہ صوفے کی جانب بڑھ گیا۔

یا اللہ! [illegible] کرنا دھیرے سے بمشکل بدن [illegible] ترین الماری کی تلاش میں ادھر ادھر نگاہ دوڑائی [illegible]

دھیرے سے اسی دروازے کی جانب بڑھ کر دروازہ ذرا سا کھولا۔ صبح کی ہوا کا خوشگوار جھونکا اس سے ٹکرایا۔ وہ ٹیرس تھا۔ دروازہ بند کردیا۔ برابر کا دروازہ کھولا۔ وہ ڈریسنگ روم تھا۔ اندر داخل ہوگئی۔ سامنے قدآور آئینہ تھا۔ اس کے عروسی لباس کو سراہتا، اس کے وجود کو اپنے حصار میں لیتا، اس کی تعریف کرتا۔ آنسو رخساروں پر پھسلنے لگے۔

اِک نگاہ تغافل کی اس پر نہیں ڈالی تھی۔ اس ہتک آمیز انداز پر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

☆☆☆

صبح ناشتا لانے والوں میں اس کی بھابی، کزن، بھائی اور زارا بھی تھی۔

اور وہ ساری اداسی، رنجش، ناروا سلوک کو اپنے وجود میں چھپا کر ان سب سے مل رہی تھی۔

''ٹھیک ہو!'' بھابی نے سرگوشی کی تھی۔

اور اس نے سر جھکالیا۔ بھابی شرم سمجھیں اور اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کر رو دے۔ ان سے لپٹ جائے اور سب کچھ کہہ دے اور اپنی تذلیل پُرتحقیر کے بارے میں لفظ لفظ کہہ ڈالے۔

مگر...... دھیرے سے مسکراتے ہوئے وہ الگ ہوئی۔ اچھی، سلجھی ہوئی، سمجھ دار لڑکیوں کو شاید پیدائشی طور پر دنیا داری نبھانی آتی ہے یا ہر دم انہیں اپنے والدین کی عزت اور توقیر کا خیال رہتا ہے۔

''تمہارا کمرا بہت خوبصورت سجا ہوا ہے۔'' زارا سرگوشی کررہی تھی۔ تبھی وجاہت اپنی امی اور بھابی کے ساتھ اندر آگئے۔ زارا نے اسے چٹکی کاٹی تھی اور وہ لب کاٹ کر رہ گئی۔ زارا بڑے فرینک سے انداز میں وجاہت سے ملی۔ وجاہت کے ماتھے کے بلوں میں اضافہ ہوگیا۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب سبزہ زار کے خوبصورت سے لان میں تھی۔ ہلکا ہلکا رومان پرور ماحول، دھیمی سی موسیقی۔ دبی دبی مسکراہٹیں۔ وجاہت کے دوستوں کے بلند و بالا قہقہے۔ اسٹیج پر بیٹھی اسما اپنے ہلچل مچاتے دل کو سنبھالے

وجاہت کا ہر انداز نوٹ کر رہی تھی۔ اِک بار بھی آ کر وہ اسٹیج پر نہیں بیٹھا تھا۔ آیا بھی تو صرف مووی بنوانے کے لیے۔

دورانِ طعام وہ اصغر اور شہریار کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ بڑے بے باک سے انداز میں وہ ایک ٹیبل پر براجمان تھے۔ غیر ارادی طور پر زارا کو دیکھا۔ وہ تیسری ٹیبل پر ایک لڑکی کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی پھر اس کی نگاہ اسٹیج پر گئی۔ اسما سر جھکائے بیٹھی تھی۔ اس کے برابر میں امی اور بھابی تھیں۔

وجاہت کے وجود میں بے چینیاں سی رقص کرنے لگیں۔ یہ دونوں شہر کے عیاش اور اوباش لڑکے تھے۔ ان کا باپ اسمگلر تھا نامی گرامی۔ ان کا کام صرف لڑکیوں سے رہتا تھا، نت نئی لڑکیوں کے ساتھ دیکھے جاتے تھے۔ زارا کو اکثر اس نے اصغر اور بھی شہریار جو عرفِ عام میں شیری کہلاتا تھا، دیکھا تھا۔ ہوٹلنگ کرتے، لانگ ڈرائیو پر، شاپنگ پلازا میں۔ ایک دفعہ بیچ پر بھی دیکھا تھا۔ زارا غیر شادی شدہ، غیر منگنی شدہ تھی۔

اس کے لیے پہلا احساس یہ تھا کہ اتنی کرپٹ لڑکی کی دوست کیا اس کے ساتھ نہیں رہتی ہوگی، وہ کتنے پانی میں ہوگی۔ حالانکہ دیکھنے میں زارا کی فیملی متوسط گھرانے کی فیملی لگ رہی تھی مگر زارا کا انداز، اس کی ڈریسنگ، اس کے اطوار......!

وجاہت ایک جہاندیدہ مرد تھا۔ اس کے دل میں اسما کے لیے بال آیا تھا۔ اب وہ پچھتا رہا تھا کہ اس نے امی اور بھابی کے کہنے میں آ کر شادی کیوں کی؟ کیوں ان کی پسند پر اعتبار کیا؟ کیوں اِک بار اس سے نہیں ملا؟ کیوں...... کیوں...... کیوں؟ اس کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

نفرت بھری نگاہ زارا اور اس کے عقب میں دور بیٹھی اسما پر ڈالی۔ اِک مچھلی سارے تالاب کو گندا کرتی ہے۔

ولیمے کی خوبصورت رات بھی اِک چپ، اِک خاموشی کی نذر ہوگئی۔ وہ بولنے کے لیے لفظ تولتا رہا اور وہ لفظ جوڑتی رہی کہ کیا کہے کیسے مخاطب کرے، اپنا قصور پوچھے؟ اِک چپ اِک پر غالب آ گئی تھی۔

ابھی گھر میں بڑی بھابی اور ان کی فیملی موجود تھی۔ اِک رونق سی لگی رہتی تھی پھر وہ لوگ جرمنی واپس چلے گئے۔ اس کی نند اسلام آباد لوٹ گئی۔ گھر میں ندا بھابی اور بھائی رہ گئے۔ بابا اور امی کی عادت بہت اچھی تھی۔ ان دونوں کا زیادہ وقت فہد اور زینب کے ساتھ گزرتا تھا۔

وجاہت کا انداز چپ چاپ اور لیے دیے رہنے والا تھا۔ اِک سنجیدگی کا لبادہ اس کے وجود سے لپٹ گیا تھا۔

''کیا بات ہے وجی! بہت چپ چپ ہو، کیا ہوا؟''

اس کی خاموشی کو پہلے ندا بھابی نے نوٹ کیا۔

''بس آفس کی مصروفیات ہیں۔''

''آفس تو تم پہلے بھی جاتے تھے، شادی کے بعد آفس کی مصروفیات کم ہو جاتی ہیں اور بیگم کی بڑھ جاتی ہیں۔''

''اچھا!'' اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔

''کیوں، غلط کہہ رہی ہوں اسما؟'' بھابی اس کی جانب جھکیں اور وہ زیرلب دھیمی سی ہنسی ہنس دی۔ دوغلی، زبردستی کی دنیاداری ہنسی۔

''کیا کہیں سیر ویر کے لیے نہیں جانا تم لوگوں نے.....؟'' انہوں نے کافی اس کی سمت بڑھائی۔

''گھومنا.....پھرنا.....'' لفظ چبا ڈالے۔ ''انہوں نے تو سب جگہیں دیکھی ہوں گی۔'' لفظ تھے کہ آگ۔

اسما چونک گئی۔

''بے شک مگر وجاہت، شادی کے بعد ان جگہوں پر دوبارہ جانے سے ان کی خوبصورتی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ چلو ہنی مون کا پروگرام بناؤ۔ ابھی چلے گئے تو ٹھیک، ورنہ.....'' ان کا ذومعنی سا اشارہ تھا۔

دونوں کی سنجیدہ نظریں کپ پر تھیں۔ وجاہت کے ماتھے پر بل اور ہونٹ بھینچے ہوئے تھے۔ اسما کی پلکیں لرز رہی تھیں۔ ندا بھابی کا چونکنا لازمی تھا۔ چند منٹ خاموش رہ کر بہت کچھ جان لیا۔

رومانس، محبت، ذومعنی اشارے، شوخ ہنسی، شرارتی انداز اور بے ساختہ قہقہے وجاہت کے وجود سے غائب تھے۔

وہ چپ تھا غیر معمولی طور پر جبکہ اس کی محبت کھلکھلاتی ہوئی ہردم شرارتی انداز لیے ہوئے تھی۔ تبھی امی کی آواز پر ندا بھابی اندر چلی گئیں۔

''کہاں کہاں کی سیر کر رکھی ہے تم نے؟'' یہ باقاعدہ جملہ تھا جو اس کو کہا تھا۔ اس نے دھیرے سے نگاہ اٹھائی۔ پرشکوہ بھیگی ہوئی نگاہ۔ وجاہت نے نظر چرالی۔

''کیا کیا مشغلے تھے تمہارے؟'' کپ ہونٹوں سے لگا لیا۔

اس کے ہاتھ ٹھنڈے ہونے لگے۔ لفظ گنگ تھے۔ شکی سا انداز۔

''کوئی خاص مصروفیات!'' وہ اس کا انٹرویو لینا چاہتا تھا۔

وہ چپ تھی۔

''جواب دو'' عجیب سا انداز تھا۔

''میری مصروفیات میں پڑھنا لکھنا، ٹی وی دیکھنا اور گھرداری شامل ہے۔''

''اچھا!'' استہزائیہ، طنزیہ ہنسی۔ اسما دیکھ کر رہ گئی۔

''اسما..... اسما! تمہاری دوست زارا کا فون ہے۔''

''اچھا!'' وہ اٹھنے لگی۔

''بیٹھ جاؤ'' بدتمیزی سے بولا۔ ''بھابی، میسج لے لیں'' وہیں سے چیخا۔

''اوکے۔''

اسما حد درجہ حیرانی سے اس کا انداز اور اس کا رویہ نوٹ کر رہی تھی۔ کسی بات نے اسے اندر تک بے چین کر دیا۔

''اسما! زارا کہہ رہی تھی کہ ڈیٹ شیٹ آگئی ہے، اگلے ماہ کے آخر میں پیپر شروع ہیں فائنل کے۔ تمہاری ڈیٹ شیٹ اور ایڈمٹ کارڈ لے آئی ہے وہ، تمہاری امی کے پاس ہے جا کر لے آنا۔'' ندا بھابی نے آکر بتایا۔ ''پوچھ رہی تھی، اسما امتحان دے لے گی نا؟'' شرارتی سی ہنسی تھی۔

''دے لے گی، کیوں نہیں دے گی، بہت ذہین، فطین اور سمجھدار ہیں اپنی دوست کی طرح۔'' طنزیہ انداز تھا۔

اسما ٹھٹک گئی۔

"ایسے ہی تو ہم نے اس کا انتخاب نہیں کیا" ندا بھابی نے ساتھ لگالیا اسے۔

"بھابی، آپ......" اس کی جانب دیکھتا وہ کچھ کہتے کہتے پھر سے رک گیا۔

"کیا ہوا...... کہو؟"

"کچھ نہیں" کپ رکھ کر باہر نکل گیا۔

اس کا یہ انداز انہیں ایک بار پھر چونکا گیا تھا۔ رخ موڑ کر اسما کو دیکھا۔ سر جھکائے بیٹھی تھی وہ۔

کہیں نہ کہیں کچھ ضرور ہے۔

☆☆☆

"تم پردہ کرتی ہو؟" اسے حجاب لیتے دیکھ کر وہ چونک گیا۔ اس سے زیادہ وہ اس کے لہجے اور انداز پر چونکی۔

اس وقت وہ امی کے گھر فائل کی بکس، نوٹس اور شیٹ لینے جارہی تھی۔ ایگزام تو اس نے لازمی دینا تھا۔ پورے سال کی محنت تھی حالانکہ ذہن و دل دونوں الجھے ہوئے تھے مگر وہ سال کھونا نہیں چاہتی تھی۔ اب دن بھی کم رہ گئے ہیں۔ اس کے سسر نے کہا تھا وہ خود تیاری کروادیں گے۔ جبکہ اس کی تیاری تو ویسے بھی مکمل رہتی تھی۔

"جی......" زیرِ لب کہا۔

"اس پردے کی آڑ میں تو سب کچھ ہوتا ہے۔ معاشرے میں بربادی اس وجہ سے تو آئی ہے، شریف زادیاں اور کرپٹ سب کا اوڑھنا بچھونا بن گیا ہے" اس کے ہاتھ تھم گئے۔ اس کا لہجہ پھنکارتا ہوا تھا۔

"تم یہ ناٹک نہیں کروگی" اس سے حجاب لے کر پھینک دیا۔

اس کا غضبناک انداز دیکھ کر وہ کانپ گئی۔ "مجھے کہیں نہیں جانا" وہ بیٹھ گئی۔

وجاہت نے اس پر سلگتی نگاہ ڈالی اور باہر نکل گیا۔

"یا اللہ یہ کیا ہورہا ہے۔ یہ کس بات کی سزا ہے۔ ایسا کیا ہوگیا ہے آخر جو یہ مجھ پر یوں شک کررہے ہیں۔

کون سا ایسا حادثہ ہو گیا ہے ان کے ساتھ۔ اسما نے دونوں ہاتھوں میں سر تھام لیا۔ اس کا ذہن الجھ کر رہ گیا تھا۔ کتابیں اور نوٹس اس نے بھائی سے منگوا لیے تھے۔ اپنی تیاری وہ بابا کے اسٹڈی روم میں کر رہی تھی۔ پڑھتی کم اور سوچتی زیادہ رہتی تھی۔ بابا مدد گار رہے تھے۔

☆☆☆

''وجاہت، یہ تم بہت بُرا کر رہے ہو۔ یہ شادی تمہاری پسند اور رضا مندی سے ہوئی ہے۔ اب تمہیں اس میں کیا خامیاں نظر آ گئیں جبکہ ابھی شادی کو محض ایک ماہ ہوا ہے۔ تم کبھی گھومنے پھرنے نہیں گئے۔ اسے کہیں لے کر نہیں جاتے۔ تمہاری پیشانی پر بل رہتے ہیں، کیوں...... آخر؟'' ندا بھابی نے اسے پکڑ لیا۔

''آپ کا وہم ہے بھابی!''

''نہیں وجاہت! یہ میرا وہم نہیں، شجاعت کا یقین ہے۔ انہوں نے میری توجہ اس جانب کروائی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اسما بہت اچھی لڑکی ہے۔ تم اتنا کیوں بدل گئے ہو۔ تمہارا ہنسنا کھیلنا، شوخی شرارت، کھلکھلانا، سب...... سب ختم ہو گیا، ایسا کون سا تمہیں دکھ مل گیا ہے کہ تم ہر وقت حالتِ مراقبہ میں رہتے ہو؟'' وہ اچھی خاصی اس کی کلاس لے رہی تھیں۔

''میں پریشان ہوں'' دھیمی سی آواز تھی۔ ندا بھابی سے اس کی بہت اچھی دوستی تھی۔ وہ پوچھنے کا حق رکھتی تھیں۔

''کیا پریشانی ہے؟'' بغور اس کا جائزہ لیا ''کیا تمہیں اسما پسند نہیں آئی؟''

وہ انہیں دیکھ کر رہ گیا ''مسئلہ کوئی اور ہے، ابھی میں کسی سے شیئر کرنا نہیں چاہتا۔'' اٹھ کر باہر نکل گیا اور ندا بھابی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

☆☆☆

اسما اردو اور انگلش [illegible] بیڈ روم میں ہی لے آئی تھی۔ کتاب بھی اس نے زارا کی منگوائی تھی۔ بیڈ پر رکھ کر وہ باتھ روم گئی تھی۔ واپس آئی تو بیڈ پر وجاہت دراز تھے اور ان کے ہاتھ میں وہی بک تھی اور چہرے کی رگیں تنی ہوئی تھیں۔ پیشانی پر [illegible] کوئی کہانی سنا رہے تھے۔

''بہت پارسا، شریف اور باپردہ ہو'' اسے گھورتا ہوا چبا رہا تھا۔ وہ، جو جھک کر نوٹس سمیٹ رہی تھی، چونک گئی۔

''یہ اصغر اور شیری کون ہیں؟''

''جی!'' وہ ساکت ہی تو رہ گئی۔ اک رنگ سا آ کر اس کے چہرے پر گزر گیا۔

''بولو، جواب دو۔ یہ کتاب تمہاری نہیں، کر دو انکار، ڈال لو اپنی معصومیت کا پردہ......!'' وہ سیدھی ہو گئی۔

''یہ کتاب میری نہیں، زارا کی ہے اور وہ بہتر جانتی ہو گی کہ یہ ذاتِ شریف کون ہیں؟'' اس نے رخ پھیر لیا۔

''اچھا! وہ تو تمہاری بچپن کی سہیلی ہے۔ ساتھ کھیلی ہے اور تم اس کے کسی کھیل سے واقف نہیں ہو؟'' وہ اٹھ بیٹھا۔

''نہیں'' اُس کی عزت دراصل اِس کی عزت تھی اور وہ لاعلمی کا پردہ ڈال کر خود کو محفوظ کر رہی تھی مگر یہ کوشش فضول رہی۔

''یا تم...... اپنی عاشقی چھپا رہی ہو؟''

وہ جھٹکے سے مڑی ''کیا کہہ رہے ہیں آپ؟''

''جو تم سن رہی ہو۔''

''آپ غلط کہہ رہے ہیں اور غلط سمجھ رہے ہیں۔ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔'' اپنے تحمل اور ضبط کو اپنی پناہ میں رکھا۔

''وہ تمہاری دوست جو ہے سو ہے، تم...... تم کیا ہو...... دوستی کے رنگ میں نہیں رنگیں، کیا تمہاری مصروفیات وہ نہیں...... کیا ایک کا چکر اس سے ہے تو یہ دوسرا شخص......'' وجاہت کے وجود میں آگ جل رہی تھی اور اسما کے ہاتھوں کے طوطے اُڑے ہوئے تھے، یا اللہ! یہ کیا ماجرا ہے۔

''میں نے بتایا ہے کہ کتاب زارا کی ہے اور میرا اس قسم کی واہیات باتوں سے کوئی تعلق یا سلسلہ ہے نہ [illegible] یہ پسند کرتی ہوں۔''

"اوہو...... بہت خوب۔ اتنی پاکیزگی...... اتنی پارسائی......"

"ہاں!" وہ چیخ پڑی۔ "مجھے اپنی پاکیزگی، حرمت و پارسائی پر فخر ہے۔ میں کسی بُری لت میں مبتلا تھی، نہ ہوں۔ مجھے جہاں پہنچنا تھا اللہ نے مجھے پہنچا دیا ہے۔ میں قسمت کے فیصلوں پر شاکر رہتی ہوں۔"

"پھر تمہاری دوست پر تمہاری پارسائی کا اثر کیوں نہ ہوا؟" وہ بے یقینی میں مبتلا اسے گھور رہا تھا۔

"بالکل اسی طرح سے جیسے میں اس کے رنگ میں نہیں رنگی۔"

"اچھا! تو تم تسلیم کر رہی ہو کہ وہ ایک بُری لڑکی ہے؟" اس کے سر پر کھڑا اس کے لیے امتحان بن گیا۔

"میں نے کب کہا ہے یہ......" وہ سخت ہراساں تھی۔

"ہاں تو ہونا......"

"پلیز......" اس نے رخ موڑ لیا "مجھ سے اس قسم کی فضول باتیں مت کریں۔"

"فضول باتیں......" وہ جھٹکے سے آگے بڑھا اور اسے پکڑ کر بیڈ پر پٹخ دیا۔ "یہ فضول باتیں ہیں، جنہوں نے میرا جینا مرنا محال کر دیا ہے، میری زندگی عذاب بنا دی ہے۔ کیا تم نہیں جانتیں اپنی دوست کے متعلق، بچپن کی سہیلی رازداں نہیں ہو گی تو کیا اس کی ماں ہو گی یا بہن ہو گی۔" خشمگیں نگاہوں سے دیکھتا اس پر جھکا۔

"ملاقاتیں، دوستیاں، محبتیں اسی دوستی کی آڑ میں ہوتی ہیں۔ مجھے گواہی دو کہ...... تم...... کتنی پارسا ہو۔"

اس کا لہجہ کھا جانے والا تھا اور اسما ساکت رہ گئی۔ "وہ تمہاری دوست ہے، تم کتنی گناہ گار ہو؟ میں اس معاشرے کا فعال رکن ہوں، تم میرے ساتھ چلو گی تو لوگ باتیں تو نہیں کریں گے، وہ جا رہی فلانے کی منکوحہ۔" اس کا دماغ گھوم گیا۔ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھانے لگا۔ "اور اگر تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے تو......" وہ جھٹکے سے پیچھے مڑا "میرے گھر میں تمہاری گنجائش نہیں ہے۔" اور وہ باہر نکل گیا۔

وہ ڈھے سی گئی۔ اسے برائی نے نہیں، بُری صحبت نے برا حشر کر ڈالا تھا۔ آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ کتنا سینت سینت کر رکھا تھا خود کو، کبھی کسی جانب نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا تھا کہ کہیں وہ کسی گناہ کی مرتکب نہ ہو جائے اور اس کا شریکِ سفر اس کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے۔ گواہی، ثبوت اور یقین تو گناہ کے لیے ہوتے ہیں۔ داغِ ندامت دھونے کے لیے ہوتے ہیں۔ وہ تو اپنی نگاہ میں پاک تھی اور اس کا شوہر اسے گناہ گار سمجھ رہا تھا۔ اسے دوسروں کے حوالے سے دیکھ رہا تھا۔ وہ ساکت سی اٹھ بیٹھی۔

"اُف!" دھیرے سے سر ہاتھوں میں تھام لیا۔ اس کا وجود کٹ رہا تھا۔ زندگی نے کیسا مذاق اس کے ساتھ کیا تھا۔ بے ارادہ سر جھکا کر کتاب کھولی۔ سامنے ہی لکھا تھا "اصغر...... اصغر" چند صفحے اور پلٹے "شیری......" اس نے کتاب بند کر دی۔ اس کے دل کی دھڑکن بند ہونے لگی۔

"اصغر تو زارا کا...... یہ شیری کون......؟"

"اُف......!" آگہی کا در اس پر وا ہوا "تو...... تو وجاہت شیری کو اس کی ذات سے منسلک کر رہے ہیں۔"

"نہیں......!" اس کے رونگٹے کھڑے ہونے لگے۔ وہ اسے بُری، کرپٹ لڑکی سمجھ رہے ہیں۔ مگر وہ یہ سب کیسے جانتے ہیں۔ وہ...... تو...... اس کا ذہن الجھتا جا رہا تھا۔

وجاہت کا گریز، بے اعتنائی، الجھا ہوا لہجہ، اسے حجاب لینے پر ٹوکنا، تو کیا وہ شروع دن سے...... اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

وہ کیا جانتے ہیں، کیا سمجھ رہے ہیں؟ کہ...... میں...... بھی...... نہیں" اُف...... میرے خدایا! میری راہنمائی فرما، ان غلط فہمیوں کے بادلوں کو بھٹکا دے۔ یہ رنجشوں کے بادل کہیں اور جا کر برسیں۔ کہیں اور جا کر برسیں......" وہ بلک بلک رونے لگی۔

☆☆☆

وہ امتحان دینے کے لیے امی کے گھر آ گئی۔

وجاہت نے اس سے باز پرس نہیں کی تھی، اس پر الزام لگایا تھا اور فی الحال اس کے پاس ثبوت نہیں تھا۔

اور وہ ثبوت کہاں سے دیتی، کوئی کہانی تھی ہی نہیں۔ محض بدگمانی تھی اور بدگمانی کی زرد شاخیں بہار آنے پر ہی گر جاتی ہیں۔

اس کے آنے کی خبر سن کر بھی زارا نہیں آئی۔ اس کی دوستی نے اس کی زندگی کو اک دوراہے پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔

''امی! زارا کہیں گئی ہوئی ہے، آئی نہیں......؟''

''معلوم نہیں۔'' ان کا جواب مختصر تھا، اسے چونکا گیا۔

''کوئی گڑبڑ ہے شاید، میں اسے فون کرتی ہوں۔''

''کیا ضرورت ہے اسے فون کرنے کی، آرام سے بیٹھو، امتحان دو اور گھر جاؤ۔ کیا ضرورت ہے ایسی لڑکی سے راہ و رسم بڑھانے کی۔'' امی کا لہجہ اکتایا ہوا اور بے زار تھا۔

''کیا ہوا ہے امی!'' دھیرے سے ان کا ہاتھ تھام لیا۔ انہوں نے اک نگاہ اسے دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

''بدنامی کا طوق بن کر گلے میں لٹک گئی ہے اپنے خاندان کے لیے۔''

''جی......!'' وہ ہونق رہ گئی۔

''جانے کس خصلت کی لڑکی تھی۔ عزت راس ہی نہیں آئی اسے۔ اس نے چپ چپاتے نکاح کر لیا کسی سے اور گھر سے بھاگ گئی۔ وہ کوئی اسمگلر تھا، اس سے برا کام لینا چاہتا تھا۔ نشے کی چیزیں اور دوسرا چوری کا سامان لے کر باہر جا رہی تھی کہ پکڑی گئی اور......''

''اور......؟'' اس کا سانس رکنے لگا۔

''اور آج کل...... جیل میں ہے۔''

''ہائے......'' اس کا سانس رک گیا۔

''اس کا کیس چل رہا ہے مگر لڑنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس کے گھر والوں نے اسے بیٹی ماننے سے انکار کر دیا ہے [illegible]''

''امی......!'' اس کا دم رکنے لگا، آنکھوں کی پتلیاں ساکت ہو گئیں۔

ابھی تو وہ اس کی شادی میں شریک تھی، ابھی تو وہ [illegible]

کیا ہو گیا۔ زارا، مجھ سے تو کہتیں، میں تمہیں سمجھاتی، یہ تم کن راستوں کی مسافر بن گئیں؟

اس نے تو رشتہ بھیجنا تھا۔ یہ...... یہ کیسے ہو گیا؟ یہ تم نے کیا کر لیا؟ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

حلیمہ اسے بس تسلی دے کر رہ گئیں۔

''تم نے نتائج کی پروا کیے بغیر اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا؟'' وہ جو یہاں امتحان دینے آئی تھی، اس سے بھی گئی۔

زارا کا کیس اخبار میں آ رہا تھا۔ یقیناً وجاہت نے بھی پڑھا ہوگا، تبھی تو......!

اب...... اب وہ کیسے گواہی دے گی؟ زارا سے کس طرح مل سکتی ہے؟ سوچ سوچ کر اس کے سر میں درد رہنے لگا تھا۔

جیسے تیسے کر کے ایگزام دیے۔ امتحان دیے بھی ایک ہفتہ گزر گیا۔

''اسما! کتنے دن ہو گئے، وجاہت نہیں آیا۔ کیا آئے گا تمہیں لینے؟'' امی پوچھ رہی تھیں اور وہ سر جھکائے گم صم تھی۔ کوئی اسے بتائے کہ کب آئیں گے؟ آئیں گے بھی یا نہیں۔ کسی اور کے گناہ کی سزا اس نے بھگتنی تھی۔

''ابھی میں نے منع کر دیا ہے۔''

''کیوں؟''

''زارا کا دکھ بھولتا نہیں ہے امی! وہ باہر کیسے آئے گی؟ اب تو اسے عقل آ گئی ہوگی۔ انکل آنٹی اس سے ملنے گئے؟'' بے چینی سے پوچھا۔

''نہیں، ان کے گھر سے کوئی نہیں جاتا'' اس کا دل درد سے بوجھل تھا اور کچھ پوچھنے کی گنجائش نہیں تھی۔

انہی دنوں ندا بھابی کا فون آ گیا۔

''بھابی!'' اس کا لہجہ سسک اٹھا۔

''تم دونوں کے بیچ ایسا کیا ہو گیا ہے اسما، وجاہت تمہیں لینے کیوں نہیں آ رہا، کیا جھگڑا ہوا ہے؟ وہ کچھ بولتا نہیں ہے۔''

''ہمارے درمیان تو کوئی بات ہی نہیں ہوئی بھابی! وہ شروع سے ایسے ہیں، پہلے دن سے بے اعتنائی کی راہ

...ں رہے ہیں۔"

"کیا.......اتم نے بتایا کیوں نہیں؟"

"سگ.......کیا.......کیا بتاتی بھابی! میں......"

"شادی اس کی پسند اور رضامندی سے ہوئی ہے ...د وہ کیوں اس طرح کا بی ہیو کر رہا ہے......؟ اچھا تم تو ...ک ہونا؟"

"جی.......جی......!"

"اچھا میں اس کا دماغ درست کرتی ہوں۔ تم اپنا ...ال رکھو۔ تم ہم سب کو عزیز ہو، تمہارے ساتھ کوئی ...دتی نہیں ہوگی۔" ان کا غمگسار لہجہ، اس کا دل بھر آیا۔ ...ے، راز دار بنالے.......نہیں، اس کا قصور.......قصور ...ہے؟

ندا بھابی نے فون بند کردیا۔

اللہ تو دیکھ رہا ہے، وہ انصاف کرے گا، بہتر ...صاف۔

اس کے دل پر اطمینان کے سائے اترنے لگے۔

☆☆☆

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا؟" حلیمہ بیگم نے بدک کر ...ے دیکھا۔

"امی! وہ میری دوست ہے۔ ہم مل تو سکتے ہیں نا۔ ...ل اس کی خیریت معلوم کرلوں، شاید کوئی راہ نکل ...ئے؟"

"ہاں، ضرور نکلے گی راہ۔ ہم لوگ بھی دھر لیے ...ئیں گے۔ اس کے رشتے دار اس کے جرم میں شریک ...یں۔ پوچھ گچھ کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔ بدنامی اور جگ ہنسائی میں مفت کی ...راکت۔" واصف بھائی نے اندر آکر اس کا جملہ مکمل ...کیا۔ وہ خفت زدہ سی ہوگئی۔

"ایسی لڑکیوں کا یہی انجام ہوتا ہے جو اپنے حسن ...یں مبتلا رہتی ہیں۔ جن میں سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں نہیں ...ہوتیں جو ہر کسی پر اندھا اعتماد کرکے محبت کے فریب میں مبتلا ہوجاتی ہیں۔ فریب کا بھید تو اب کھلا ہے۔"

...ذلیل کی چار دیواری اسے تباہ کروے گی بھائی!"

...وہ گویا سکی۔

"اب کون سی تباہی رہ گئی ہے۔ وہ دن آخری دن ہوتا ہے لڑکی کی حرمت کا جب وہ گھر سے باہر قدم نکال لیتی ہے۔ جب کیوں نتائج کی پروا نہیں کرتی۔ اب اس کا مقدمہ لڑنا، اس سے ملنا، خود کو مصیبت میں گرفتار کرنا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس کا خیال دل سے نکال دو۔" بے اختیار واصف بھائی کو دیکھا۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

"تو......کیا......" اک شعلہ سا ذہن میں لپکا۔ مگر وہ زبان پر کچھ نہ لا سکی۔ کیا خبر کہ اس کی سوچ غلط ہو مگر اس کی سوچ غلط ہو یا واصف بھائی کی صحیح، اب کیا ہوسکتا تھا؟ وقت گزر گیا تھا، خیالوں پر پردہ ہی پڑا رہے تو بہتر ہوتا ہے۔

"کب آرہا ہے وجاہت تمہیں لینے؟" بغور اسے دیکھا۔ اسما نے نگاہ چرالی۔

"معلوم نہیں" کب تک اس سوال سے بچ سکتی تھی۔

"کیوں؟ کیوں تمہیں معلوم نہیں، شوہر ہے تمہارا، کیا لڑ کر آئی ہو تم؟"

"وہ مصروف ہیں امی!" اس کی آواز بھرا گئی۔ یکدم اٹھی اور باہر نکل گئی۔ آنسوؤں پر اختیار کھوتی جارہی تھی۔ صد شکر کہ بھابی میکے فیصل آباد گئی ہوئی تھیں۔ ان سے کچھ چھپانا مشکل ہی ہوجاتا ہے۔ اس نے سیدھا چھت کا رخ کیا۔

"اسما! اگر وہ......کبھی نہ آئے تو......" اس کے دل میں چھناکا سا ہوا، آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگے۔ میرے پاس سوائے اللہ کی ذات کے اپنی پاکی داماں کا کوئی ثبوت نہیں مگر انہوں نے مجھ پر الزام کیسے لگایا؟ کیا دیکھ لیا تھا؟ مرد کے دل میں شک آجائے تو نکلتا نہیں۔

اچھا ہے، کوئی فیصلہ ہوجائے۔ بے دردی سے چہرہ رگڑا۔ مگر......تم نے......تم نے زارا، یہ کیا، کیا؟ اس کے سوچ کے دھارے بدل گئے۔

کتنا تمہیں سمجھاتی تھی، یہ عشق ومحبت کے راستے اندھے ہوتے ہیں اور لڑکیوں کے فیصلے جذباتی۔ محبت صرف شکلوں سے نہیں ہوتی، انسان کا کردار، عمل،

خاندان، اخلاق، چال چلن سے محبت کرنی چاہیے۔ شکلیں تو انسان بدل لیتا ہے، بہروپ چڑھا کر، مگر......!

''اسما!'' بے حد قریب سے آواز ابھری۔ چونک کر سر اٹھایا اور پھر ہڑبڑا کر کھڑی ہوگئی۔ واصف بھائی پینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ اس کی روئی ہوئی آنکھیں، ستا ہوا چہرہ، مرجھایا ہوا روپ۔ سب ان کی نگاہوں کی زد میں تھا۔

''کیا ہوا ہے تمہیں؟''

''کچھ نہیں'' نگاہ چرالی۔

''وجاہت سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟''

''نہیں تو۔''

''پھر...... پھر وہ کیوں نہیں آرہا؟ ڈیڑھ ماہ ہو رہا ہے، تمہارے امتحان کو ختم ہوئے۔ بتاؤ، کیا بات ہے؟'' انہوں نے محبت اور ہمدردی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور اسے لے کر تخت پر بیٹھ گئے۔

''تم مجھے بھائی سمجھ کر نہیں، ایک بہن سمجھ کر اپنا مسئلہ حل کر سکتی ہو۔ بتاؤ؟'' ہمدردانہ شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

''بھائی......!'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ ''انہیں زارا کے بارے میں پہلے دن ہی جانے کیسے پتا چل گیا تھا۔ وہ پہلے دن سے ہی مجھ سے ناراض، خفا ہیں وہ...... وہ کہتے ہیں کہ میں بھی زارا جیسی ہوں...... میرا کردار، میرا عمل، میری دوستیاں ویسی ہی ہیں۔ میں بھی بدکردار اور کرپٹ ہوں۔ مجھ سے انہوں نے ثبوت اور گواہی مانگی ہے پاکی داماں کی۔ میں...... میں......'' اس کی ہچکیاں بندھ گئیں ''میں کہاں سے لاؤں...... گواہی......؟ میں ایسی ہوں ہی نہیں...... تو...... تو......''

واصف ساکت رہ گیا۔ وہ اپنے بازوؤں میں منہ چھپائے سسک رہی تھی۔ دھیرے سے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

''سنبھالو خود کو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اس لیے کہا تھا کہ زارا جیسی لڑکیوں سے دور رہنا چاہیے۔ بری صحبت، برے لوگوں کے ساتھ سے بھی بچنا چاہیے۔ ہمیں برائی ہی نہیں تباہ کرتی بلکہ برے لوگوں کی صحبت بھی داغ دار کر دیتی ہے...... اسما......!''

''میں...... میں تو اسے سمجھاتی تھی۔''

''بعض لوگ سمجھانے سے نہیں سمجھتے بلکہ کھائی میں گر کر اس کی گہرائی کا اندازہ لگاتے ہیں اور اس کے نتائج ان کے پیاروں کو بھگتنا پڑتے ہیں، جن کا انہیں احساس بھی نہیں ہوتا۔'' واصف کا لہجہ دھیما ہو گیا۔

اسما کے دل میں ایک بار پھر شک نے سر اٹھایا۔ کہیں زارا اور بھائی......!

''اٹھو، نماز پڑھو، اپنے لیے دعا مانگو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔''

اس کے دکھے ہوئے دل پر تسلی اور تشفی کے پھاہے رکھ کر وہ کھڑا ہو گیا۔

بوجھل دل اپنا دکھ کہہ کر ہلکا ہو گیا تھا۔

☆☆☆

بیل بہت دیر سے بج رہی تھی۔ نیچے شاید کوئی نہیں تھا۔ وہ جو تخت پر سیدھی لیٹی آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔ آوارہ بادل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ آنسوؤں نے تو آنکھوں سے دوستی کر لی تھی۔ اپنے دکھ پر اور زارا کے غم میں آنکھیں ہمہ وقت گریہ وزاری میں مبتلا رہتی تھیں۔ عصر کا وقت تھا، ابھی نماز پڑھ کر اوپر آئی تھی۔

بیل پھر بجی۔ اٹھی اور پیچھے سے گھوم کر ٹیرس پر آئی۔ ذرا سا آگے جھکی اور بے اختیار چونکی۔ گھر کے گیٹ پر بلیک گاڑی کھڑی تھی، اس نے فوراً پہچان لیا۔

''بابا...... امی...... بھا...... بی......!'' بے اختیار پلٹ کر بھاگی۔ اس کی بے گناہی کا یقین بن کر سب کھڑے تھے۔ پاؤں رکھ کہیں رہی تھی پڑ کہیں رہا تھا۔ خوشی کے آنسو رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ آنسوؤں کی نوعیت لمحہ بھر میں بدل گئی تھی۔ یکدم ہی پاؤں پھسلا، سنبھلتے سنبھلتے بھی سر دیوار سے ٹکرایا اور پیشانی سے خون ابل پڑا۔

امی نے شاید گیٹ کھول دیا تھا۔

''ارے...... ارے...... اسما بیٹا...... ہائے

"ٹھیک ہو گیا؟"

"جی! میں نے سچ بتا دیا تھا۔ اپنی بہن کی گواہی دی تھی اور تمہارے ساس سسر بہت سمجھ دار، باشعور اور پڑھے لکھے انسان ہیں اس لیے بات سمجھ گئے۔"

"اور ـــــ وجاہت؟" یکدم ہی اس کے متعلق پوچھا۔

"وہ بھی ان کے بیٹے ہیں" وہ جھجک گئی۔

"موسم کیسا ہے؟"

"ٹھیک ہو جائے گا۔"

"انشاء اللہ! میں ایک دو دن میں آؤں گا اور تمہارے لیے خوشی کی خبر لاؤں گا۔"

"کیسی خبر ـــــ؟"

"خدا حافظ!" اسے بے چین کر کے فون بند کر دیا۔

"بھائی بھی بس ـــــ" دھیرے سے ہنس دی۔

"زارا کی خبر ہوگی" دل کو تسلی دی۔

"اے اللہ! اس نادان لڑکی کی راہوں کی مشکل اور کٹھنائیاں آسان کر دے۔" صدقِ دل سے دعا مانگی۔ دل کو قرار مل گیا۔

اس کی پٹی کھل گئی تھی۔ زخم ابھی تازہ تھا۔ روزانہ دوائی لگا رہی تھی۔ اس نے اپنی محبت، خلوص، چاہت اور کام سے دونوں کے دل جیت لیے تھے۔

وجاہت کا دل موم ہوا یا نہیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی اور نہ اس سے کچھ پوچھنا چاہتی تھی۔ اگر وہ بدگمان تھے تو خفا وہ بھی تھی اور خفگی بجا تھی۔

☆☆☆

"وجاہت! بات سنو" اخبار پڑھتے ہوئے علوی صاحب نے اسے پکارا۔

"جی بابا!" رسٹ واچ باندھتا ان کی جانب بڑھا۔

"رات تم اسٹڈی روم میں کیا کر رہے تھے، کتنی بار کہا ہے کہ اتنی رات تک مت جاگا کرو۔ صبح آفس جانا ہوتا ہے دروازہ بھی لاک تھا۔"

"جی! میں اسٹڈی روم میں تو نہیں تھا" حیران ہوا اور پھر ایک دم سے چونک گیا مگر بات منہ سے نکل چکی تھی۔

"اسٹڈی روم میں اسما تھی؟" علوی صاحب نے چونک کر اخبار رکھ دیا۔ "کیوں؟" بے ساختہ ہو کر پوچھے۔ آگے وہ کچھ کہہ نہ سکا، سر کھجا کر رہ گیا۔

"بیٹھو؟"

"وہ بابا! دراصل میں ـــــ مجھے جانا ہے کام سے ـــــ"

"سارے ضروری کام بھاڑ میں ڈالو اور ادھر بیٹھ جاؤ" ان کا لہجہ سخت ہو گیا۔

"جی!" وہ بیٹھ گیا۔

"تم اتنے بے وقوف تو نہیں ہو کہ آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنے کے بجائے دوسروں کا چہرہ دیکھو۔ جب ہم نے اس بات کو اہمیت نہیں دی تو تم کیسے دے رہے ہو؟ تم اگر ایک بُرے آدمی کے ساتھ بیٹھو گے تو بُرے بن جاؤ گے یا احتیاط کرو گے۔ یار! تم سمجھ دار، باشعور آدمی ہو، کیا کھرے اور کھوٹے کی پہچان نہیں ہے تمہیں۔ اس کی حیا، اس کی شرم اس کے صالح ہونے کا ثبوت نہیں؟ تم کس بنا پر ناراض ہو؟" لاؤنج سے گزرتی اسما دم بخود رہ گئی۔

"اس لیے کہ تمہیں ایک بہت اچھی لڑکی مل گئی ہے بغیر کسی محنت کے...... تم نے اس پر بہتان لگایا، معافی تو تمہیں مانگنی چاہیے۔ کس بات کی گواہی وہ تمہیں دے؟ اپنے اچھے ہونے کی یا...... پھر......؟ اگر اس نے اپنی گواہی دے کر تم سے طلاق مانگ لی تو...... تمہارے کردار کی کیا ضمانت ہے؟"

"بابا!" وہ گڑبڑا کر انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہوا اس لڑکی کے کیس کا؟"

"رہا ہو گئی ہے، دارالامان میں ہے۔ ایک دو دن میں فیصلہ مکمل ہو جائے گا۔"

"زارا...... زارا رہا ہو گئی، مجھے معلوم نہیں" اسما ساکت رہ گئی۔

"خود کو بدلو، اپنی سوچ کو بدلو۔ آنکھیں کھولو...... اور اس گھر میں خوشی اور سکون قائم رکھو۔" ہاتھ بڑھا کر وجاہت کے شانے پر رکھا۔ "میں کیا کہہ رہا

...نشان دہایا۔ "جی ...... بابا!" وہ سنجیدہ تھا "میں کوشش کرتا
...کوشش ......" اسما کا دل ڈوب گیا۔ "یعنی ابھی ...کی جانب بڑھنے کی کوشش کرنی ہے۔ دل صاف نہیں، ...کردار، میرا عمل، میرے لفظ گواہی نہیں ...... اور کس ...کی ضرورت ہے۔" اس کی گھنیری پلکیں بھیگنے

...ایکدم سے پلٹ گئی۔ اس کا دل بوجھل ہو گیا ...رات پھر قیامت کی تھی۔
...خود وہ اپنے بیڈروم میں نہیں جانا تھا، کوئی گواہی، ...ثبوت نہیں تھا اس کے پاس۔ اپنی حرمت اور ...اسٹڈی روم میں نہیں سو سکتی تھی۔ بابا کی ...روں میں آ گئی تھی۔
...پھر کہاں ...... ڈرائنگ ...... روم، ...بالکونی، اسٹور ...... گیسٹ روم یا ...... یا پھر ...پھر کارت جگا۔
ٹیلی وژن کے چینل بدلتی وہ اپنے سونے کے لیے ...ڈھونڈتی رہی۔ امی نیند کی دوا لے کر سو گئی تھیں۔ بارہ بج ...تھے، وجاہت گھر نہیں آئے تھے۔
"تم سوئیں نہیں بیٹا!" بابا لاؤنج میں آ گئے۔
"وہ بابا، سونے جا رہی تھی، یہ نہیں آئے ابھی ..."
"ہیں ...... وجاہت نہیں آیا، کہاں گیا ہے؟ بتا کر ...نہیں گیا؟"
"اچانک پروگرام بن گیا تھا کہیں جانے کا۔"
"تمہیں بتا کر گیا ہے؟" بغور اس کا جائزہ لیا۔
"ہاں ......" اثبات میں سر ہلایا۔
"معلوم ہے مجھے، تم جھوٹ نہیں بولتیں، جو بات ..."
"آپ کو سب معلوم ہے بابا! پھر ...... بھی ......" اس ...کے آنسو بے اختیار ہو گئے ...... کتنی دیر ...... سے شدت سے ...کی خواہش تھی۔
"تم اس گھر میں اجنبی نہیں، وہ مہمان نہیں ہو۔ یہ

غزل

مرا کلام مری سوچ تجھ سے وابستہ
مری تو زیست کا ہر رنگ تجھ سے وابستہ
ہجر کی رات میں روشن ہے تری یاد کا چاند
وصل کی صبح کا سورج ہے تجھ سے وابستہ
ترے دل نے بھی کبھی مجھ کو ہے پکارا بھی
مرے تو دل کی ہر دھڑکن ہے تجھ سے وابستہ
تو بھلا ہے جو مرے دل میں پھول کے مانند
آج سے پیار کی خوشبو بھی تجھ سے وابستہ
تو مرے دل سے مری روح میں سمایا ہے
اب تو ہر سانس کا رشتہ ہے تجھ سے وابستہ
لب پہ جو پھول تھے خوشیوں کے سب ہی تیرے تھے
آج اس آنکھ کے آنسو بھی تجھ سے وابستہ
ہم کسی راہ چلیں پاس ترے پہنچیں گے
کہ مری راہ کے رستے ہیں تجھ سے وابستہ
میں تجھے کیسے بھول جاؤں مرے دشمن دل
کہ مری سانس کا رشتہ ہے تجھ سے وابستہ

غزالہ ضیا، کراچی

گھر تمہارا ہے بیٹا!" اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ "تمام خفگیاں، ناراضگیاں اور بدگمانیاں ختم ہو جانی چاہئیں۔"
"بابا! بدگمان وہ ہیں، ناراض وہ ہیں ...... میرا قصور ...... اپنے کمرے سے انہوں نے نکالا ہے۔ میں ...... میں کوئی پیش قدمی نہیں کروں گی" ضدی سا انداز، دوپٹے سے چہرہ صاف کیا۔
"اچھا!" وہ حیران ہوئے۔ "پھر تم اسٹڈی میں جا کر سو جاؤ" اسے اجازت دی۔ "اس ناراض بچے سے نمٹ لیتا ہوں میں" وہ اسما کا ساتھ دینے لگے۔
"سچ!" بھیگی آنکھوں سے دیکھا۔ دوسرے لمحے گڑبڑا گئی۔ دروازے پر وجاہت تھے اور انہوں نے شاید سن لیا تھا شکایت لگاتے، نظر چرالی۔

"سنتے ہیں تو سن لیں، میں بھاگ کر تو نہیں آئی۔ میں کیوں ڈروں جب میرا ضمیر، میرا دل صاف ہے۔" اس کی بیک مضبوط ہوتی تھی۔

"السلام علیکم بابا!" وجاہت اندر آ گیا۔

"وعلیکم السلام! یہ تمہارے آنے کا ٹائم ہے؟ کتنی بار کہا ہے جلدی آیا کرو۔ کوئی پروگرام ہو تو فون کر دیا کرو۔ گھر والوں کو تو کوئی پریشانی نہ ہو مگر تم شتر بے مہار ہوتے جا رہے ہو، کرنا پڑے گا تمہارا علاج بھی۔" اس کی اچھی طرح سے کلاس لے لی۔

"آئی ایم...... سوری...... بابا! دراصل میں......"

"رات کو صرف یاریاں اور عیاریاں ہوتی ہیں، کوئی سوری نہیں۔ جاؤ بہو! تم سو جا کر...... یہ خود کھانا لے گا، تم اس کا کوئی کام نہیں کرو گی۔"

"جی بابا!" وہ سر جھکا کر اسٹڈی روم میں چلی گئی۔

"اور تم......!" اس کی جانب رخ کیا "ہم بچی کو اپنی ذمے داری، اپنی محبت میں بیاہ کر لائے ہیں۔ ہمیں تمہارا کردار اس کے لیے ٹھیک معلوم نہیں ہوتا۔ جو فیصلہ تم نے کل کرنا ہے، وہ آج کر لو۔ وکیل کو بلا کر کاغذات تیار کروا دیتا ہوں۔ ہماری شرمندگی ہے نا، ہم خود سہہ لیں گے۔ تمہیں شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں، اذیت سے نجات مل جائے گی تمہیں۔" علوی صاحب اپنے بیڈ روم کی جانب بڑھ گئے اور وجاہت ہکا بکا کھڑا رہ گیا۔

آج تو اِک نئے دن کی شب تھی۔ بدگمانی کے بادل چھٹ گئے تھے۔ آج تو شبِ زفاف کے ارادے سے اپنی عروس کو منا لینا تھا، آج تو شکوک و بدگمانی کے زہریلے پرندوں نے اس کے وجود کو رہا کر دیا تھا۔ وہ صوفے پر گر گیا۔ یہ بابا کیسی بات کر گئے؟ رخ موڑ کر ان کے کمرے کے بند دروازے کو دیکھا۔

شام کو تو دارالامان میں زارا سے ملا تھا خصوصی طور پر۔ داصف نے اپنے دوست کے تھرو اس کا مقدمہ لڑا تھا اور وہ بے گناہ ثابت ہوئی تھی۔ اصغر اور اس کے کارندوں نے اسے اپنے جال میں پھنسایا تھا۔ ان کا کام ہی یہی تھا، پیسے کی چمک دکھا کر کالج کی کم سن، معصوم، بھولی بھالی لڑکیوں کو امارت و محل کے خواب دکھا کر ان کو محبت کے سہانے اور رنگیلے سپنے دکھا کر ان کے جذبات کو ان کے وجود سے کھیلنا اور پھر رنگین لمحوں کو کیمرے کی آنکھ میں مقید کر لینا۔ زارا کی نا صرف تصویر کھینچی گئی تھی بلکہ مووی بھی بنائی تھی اور پھر اسے بلیک میل کیا گیا تھا۔ اپنے خاندان اور گھر کی عزت بچانے کے لیے وہ ان کا کہا ماننے کے لیے مجبور ہو گئی تھی کہ ایک مخبری نے اسے پکڑوا دیا۔ عالم جنون اور نفرت میں اس نے بھی ایک ایک کا نام لے دیا تھا۔ واقعی محبت اندھی ہوتی ہے۔ چہرے دھوکا دیتے ہیں۔

"اسما سے کہیے گا، آج مجھے یقین آ گیا ہے کہ مرد دریافت کا پرندہ ہے۔ عورت کے قرب میں اگر دریافت کرنے کو کچھ نہ ہو تو وہ اڑنے میں دیر نہیں لگاتا۔ اس سے یہ بھی کہیے گا کہ اس کی تمام باتیں سچی تھیں۔ میں پاگل نادان محبت میں پاگل تھی، اس نے کہا تھا کہ محبت صرف شرعی اور حقیقی رشتوں سے منسلک ہو تو عزت، توقیر اور امان بن جاتی ہے۔

ہم جیسی لڑکیاں محبت کے نام پر لٹتی اور بدنام ہوتی ہیں۔ والدین کے لیے کلنک کا ٹیکا بن جاتی ہیں۔ مجھ جیسی لڑکیوں کو واقعی والدین کو دھتکار دینا چاہیے۔ انہیں کہیں امان نہیں ملنی چاہیے جو ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر نکل جاتی ہیں۔ آج وہی دھول میری آنکھوں کی چبھن بن گئی ہے، یہ میری سزا ہے۔ والدین سے، اپنے پیاروں سے جھوٹ بولنے کی۔ میں نے اسما جیسی مخلص، ہمدرد اور پیاری دوست کی قدر نہیں کی۔ اس کی باتوں کو دیوانے کی باتیں سمجھا۔

مجھے معلوم ہوا ہے میری غلطیاں، میرے گناہ اس کے لیے سزا بن گئے ہیں۔ وجاہت بھائی! اس کا کوئی قصور نہیں۔ اس سے بدگمان نہ ہوں۔ اسے میری خاطر معاف کر دیں۔ وہ بہت اچھی اور نیک لڑکی ہے۔ کسی بھی خالص پاکیزہ مرد کا آئیڈیل حریم دل لڑکی۔"

اسما نے اپنی حرمت و پاکیزگی کی کوئی گواہی نہیں دی۔ یہ لڑکی زارا خود بخود اس کی پاکیزگی کا ثبوت بن گئی تھی۔ اس کے دل سے بدگمانی کے بادل چھٹ گئے تھے۔

قارئین متوجہ ہوں

قرآن حکیم کی مقدس آیات و احادیث نبوی آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے لھذا جن صفحات پر آیات و احادیث درج ہیں، ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

بابا یہ کیا کہہ گئے تھے۔ گہرا سانس لے کر بابا...... نے سیاہ بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

جب سے اب تک اپنی ہمتوں اور لفظوں کو جمع کر رہا کیونکہ اسما کا سامنا کرے گا۔ یہاں تو...... یکدم سے بے چین ہوا۔

میں اسے منالوں گا ابھی...... اسی وقت۔ ناراضگیاں اور خفگیاں تو زندگی کا حصہ ہیں، خود کو تسلی دی۔

ناراضگیاں اور خفگیاں...... تہمت اور بہتان نہیں۔ ان کا دل ہنسا۔ اور وہ پھر اک بار سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

وہ اسٹڈی روم کی جانب بڑھا۔ ناک کیا مگر اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ بابا کی پشت پناہی نے اسے دلیر بنا دیا تھا۔ جن کے دل صاف ہوں، وہ دلیر بن ہی جایا کرتے ہیں۔

”ناشتا دو“ وہ ٹیبل پر آ کر بیٹھا۔

”اپنی ماں سے مانگو۔ یہ کون ہے تمہاری، خادمہ باندی...... کنیز“ بابا بھی ادھر ہی بیٹھے تھے۔

”اور تم تیاری کر لو بہو! تمہیں میکے چھوڑ آؤں۔“ مولوی صاحب ہٹلر بنے اس کے چھکے چھڑا رہے تھے۔

”جی...... بابا“ ادب سے سر جھکا لیا۔

”حسین...... حسین! وجاہت کو ناشتا دو۔“ ماسی کو آواز دی۔

”جی صاحب!“ وہ ...... کے جن کی طرح حاضر ہوئی۔

”تمہاری بیگم صاحبہ کہاں ہیں؟“

”وہ کچن میں۔“

”جاؤ ان سے ...... صاحب کا ناشتا بنوا کر لاؤ۔“

”جی!“ وہ باہر نکل گئی۔ وجاہت بابا کے تیور اور لہجہ محسوس کر رہا تھا۔ سر جھکا کر رہ گیا۔ بابا کو منانے کے لیے پہلے اسما کو منانا ضروری تھا اور اسما...... باہر نکلتی اسما کو دیکھا اور دل میں کچھ سوچ کر رہ گیا۔ بابا اخبار دیکھنے لگے۔

اسما نے اسٹڈی کو مسکن بنا لیا تھا۔ وجاہت اسٹڈی میں آیا تو وہ نماز پڑھ رہی تھی۔ اس کے دل میں ڈھیروں سکون تھا۔ بابا نے اس کا مان بڑھا دیا تھا۔ سلام پھیرا تو بے اختیار نگاہ اٹھی اور پھر جھک گئی۔ دوسرا سلام پھیر کر دعا مانگنے لگی۔

اتنی معصوم سی خاموش نظر

کوئی مصروفِ دعا ہو جیسے

اب وہ جائے نماز سمیٹ رہی تھی۔

”سنو!“ وہ قریب آ گیا۔

”جی!“

”میں نے تم سے کوئی بات کرنی ہے۔“

”کریں، میں سن رہی ہوں“ لہجے میں اعتماد تھا۔ نگاہ جھکا لی۔

”بیڈ روم میں چلو“ نگاہ بھر کر اسے دیکھا۔

”کس ناتے...... کس رشتے سے...... میرے پاس تو......“

”کہا نا...... وہیں چل کر بات کرتے ہیں۔“

”مجھے کسی سے کوئی بات نہیں کرنی“ وہ کاؤچ پر بیٹھ گئی۔

”میں غلط تھا...... آئی ایم سوری!“ بے ساختہ کہہ کر اس کے قریب بیٹھا۔

”اتنی جلدی!“ اسما ساکت رہ گئی۔ ”اتنی جلدی...... بے گناہی کے داغ دھل گئے۔ اتنی جلدی ثبوت میسر

آ گئے، اتنی جلدی...... اتنی جلدی......"

"واقعی، میں غلط تھا۔ مجھے سوچنا چاہیے تھا مگر وہ لوگ ایسے تھے کہ انہیں دیکھ کر میری جگہ کوئی بھی ہوتا، یونہی بدگمان ہو جاتا۔"

"میں ایسی تھی کیا، کیا دیکھ لیا تھا آپ نے ایسا؟" یکدم ہی اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ "جو یوں بے سوچے سمجھے......"

"بس غلطیاں انسانوں سے ہی تو ہوتی ہیں۔ کہا نا سوری! مجھے معاف کر دو۔ بابا تو سخت ناراض ہیں مجھ سے۔"

"یعنی آپ بابا کی خاطر مجھے منا رہے ہیں، آپ کا دل صاف نہیں ہوا؟"

"صاف ستھرا، شفاف پاک، تمہاری محبت میں مبتلا بابا کی وجہ سے ہے۔ بابا نے میری آنکھیں کھول دی ہیں" فوراً کہا۔ "زارا کے آنسوؤں نے دل کے بند قفل کھول دیے ہیں۔" اس کے مقابل بیٹھ گیا، وہ تڑپ گئی۔

"آپ زارا سے ملے ہیں؟" بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں۔" تاسف و ملال سے سر ہلایا۔ "بہت برے حالوں میں ہے۔ تمہاری تعریف میں رطب اللسان۔"

"گویا اس سے مل کر تسلی ہوئی ہے" خفگی سے دیکھا۔

"نہیں، پہلے بابا نے حرف گمان کو دھویا ہے۔" دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

اسما نے سر جھکا لیا۔ آنسو گود میں گر رہے تھے۔

وجاہت نے ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اونچا کیا۔

"نفرت کے آنسو دیے تھے، محبت سے سمیٹ رہا ہوں۔ غصے سے نکالا تھا کمرے سے، چاہت کے دیپ راہوں میں روشن کر کے دوبارہ سے بلا رہا ہوں۔ میری وفا، میری چاہت کا اعتبار کرو۔" انگلیوں کی پوروں سے بھیگے مژگان صاف کیے اور وہ محبوب کی ہو کر سمٹ گئی۔

وہ تو اتنی مکمل، اتنی خالص لڑکی تھی کہ خود زندگی کو اس سے پیار ہو جائے۔

دھیرے سے اسے اٹھایا۔ محبت سے اس کے شانوں کے گرد بازو پھیلائے اور دھیرے دھیرے چلتا اپنے بیڈروم میں آ گیا۔

"تم چلو، میں ابھی آیا۔"

سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"ایک منٹ میں آیا" اسے دروازے پر چھوڑ کر باہر نکل گیا۔

اسما اندر داخل ہو گئی۔ مسحور کن خوشبو نے اس کا استقبال کیا۔ دوسرے لمحے حیران کن مسکراہٹ ہونٹوں پر، سائیڈ ٹیبل پر سرخ گلابوں کا بوکے رکھا ہوا تھا۔ ساتھ ہی سفید کارڈ تھا۔ بے ساختہ ہی آگے بڑھ کر کھولا اور سیاہ موتیوں جیسے حرفوں پر نگاہ پھسلتی اور رخسار بھیگتے چلے گئے۔



رنگ بکھیرے، ہم بیٹھے ہیں خوشبو بن کر آؤ نا
تنہا بس کی بات نہیں ہے مل کر گل مہکاؤ نا
سوچو آخر بن چنگاری آگ یہ کیسے بھڑکے گی
ہم نے دل کو تھام لیا ہے تم بھی کچھ شرماؤ نا
یہ تو یقیں ہے پیاسے رشتے ہاتھ اٹھا کر کہتے ہوں گے
اللہ سائیں لطف و کرم کے بادل کچھ برساؤ نا

بھیگی پلکیں اٹھائیں، چہار اطراف گلاب بکھرے تھے۔ اس کے وجود سے بھی خفگی کے ناتے نکلتے چلے گئے۔ شانوں پر لمس نے چونکا دیا۔ چونک کر پلٹی۔ وجاہت نے اسے اپنے حصار میں لے لیا۔

رنگ بکھیرے، ہم بیٹھے ہیں خوشبو بن کر آؤ نا
تنہا بس کی بات نہیں ہے، مل کر گل مہکاؤ نا

مدھر سرگوشی، بھاری اور بوجھل آواز۔ آنکھوں سے لو دیتا پیغامِ محبت، مہکتے ہوئے لمحے اس کی زندگی میں در آئے۔ وجاہت نے جتنا دکھ دیا تھا، اس سے زیادہ خوبصورت انداز میں ازالہ کر دیا تھا۔

بے خود ہو کر اس کے سینے پر سر جھکا کر شانے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وجاہت نے عالمِ بے خودی میں اس پر اپنے مان، اعتماد، اعتبار، وفا، چاہت اور محبت کا سائبان کر کے اپنی پناہوں میں لے لیا۔ زندگی کا نیا سفر اعتماد سے شروع ہوا تھا۔

